حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان
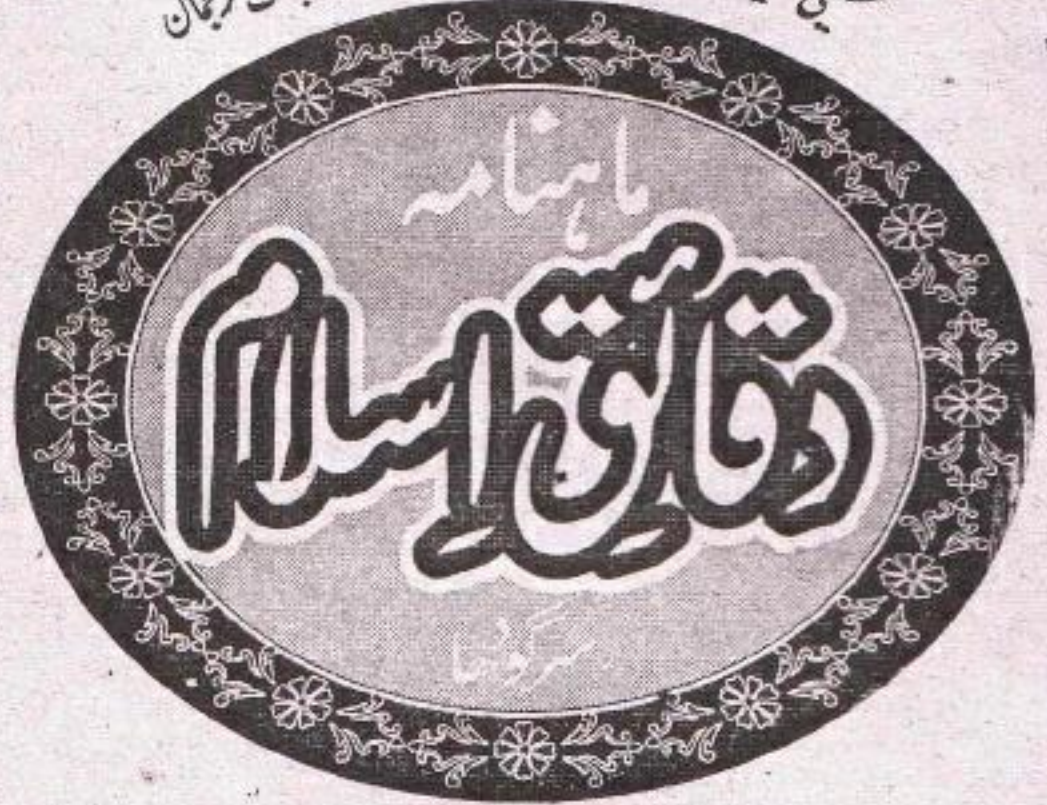
زیرِ انتظام

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536
Website: www.sibtain.com Emails: smi51214@gmail.com Sultanulmadarisislamia@gm

جلد ۱۸ مئی ۲۰۱۴ء شمارہ ۵

فہرست مضامین

مُدیرِ اعلیٰ: ملک مُمتاز حسین اعوان

مُدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک مُمتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰

مقامِ اشاعت: جامعہ علمیہ سُلطان المدارس سرگودھا

کمپوزنگ: الخطّاط کمپیوٹرز 0307-6719282

فون: 048-3021536

زرِتعاون 300 رُوپے

لائف ممبر 5000 رُوپے

اداریہ

"کاروانِ امت"

قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ اور فرامین ائمہ معصومینؑ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر واضح احکامات موجود ہیں، فروع دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو خاص مقام حاصل ہے...... قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (آلِ عمران: ۱۰۴) یعنی: "تم میں ایسا گروہ ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دے، اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے"۔ انسان کاروبارِ حیات میں احکام الٰہی کو فراموش کر دیتا ہے، اسے ان احکام کی طرف اگر توجہ نہ دلائی جائے تو معاشرہ میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور نیکی اور بدی میں امتیاز ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ احکام الٰہی کی طرف دعوت و تبلیغ انبیاء علیہم السلام کا مقدس فریضہ رہا ہے۔ خاتم النبیینؐ کے بعد یہ فریضہ ائمہ معصومینؑ احسن طریقے سے نبھاتے رہے ہیں۔ ان کے بعد یہ فریضہ علمائے کرام کے سپرد کیا گیا ہے۔ علمائے کرام متقدمین نے جانوں کی قربانیاں دے کر یہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔ سرزمین پاک و ہند میں علمائے کرام نے احکام الٰہی کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں جس کے نتائج آج ظاہر و آشکار ہیں۔ جب سے دین کو پیشہ اور روزگار کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے دینی احکام کی تبلیغ مہنگی اور شاہانہ طریقہ اختیار کر چکی ہے۔ منبر پر آنے والے اکثر و بیشتر حضرات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کنی کتراتے ہیں اور صرف فضائل و مصائب اہل بیتؑ بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں...... انگلیوں پر گنے چنے اہل علم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ مشکل حالات میں بھی ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے...... ہماری مساجد میں نمازیوں کی تعداد کم نظر آتی ہے۔ نماز باجماعت میں شمولیت اور بھی کم ہوتی ہے۔ دین اسلام سے وابستگی واجبات کی ادائیگی محرمات سے اجتناب کے لیے ضروری ہے کہ کوئی گروہ اور جماعت رضا کارانہ اور اخلاص نیت کے ساتھ لوگوں کے گھر گھر جا کر توجہ دلائے۔ چنانچہ اس کارِ خیر کے لیے جامعہ البعثت کے موسس آقائی علامہ مظہر حسین کاظمی زید توفیقاتہ اور ان کے رفقائے کار نے کاروان امت کے نام سے ایک وسیع نظام قائم کرنے کی ٹھان لی ہے۔ پورے ملک میں اہل علم اور دیندار طبقہ کے لوگ اس کاروان میں شامل ہو کر انسانی اسلامی اور ایمانی فریضہ سرانجام دینے کے لیے میدانِ عمل میں نکل پڑے ہیں۔ ابتدائی طور پر ضلع چنیوٹ میں اس کارِ خیر کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ نیز سرگودھا شہر میں بھی تبلیغی دورہ جات شروع کیے جا چکے ہیں۔

۲۹۔ ۳۰ مارچ کو رجوعہ سادات میں تمام امور کو چلانے کے لیے ملک بھر سے علماء و صلحاء کو مدعو کیا گیا۔ یہ دو روزہ پروگرام نہایت روحانی و ایمانی تھا۔ پہلی نشست میں حضرت آیت اللہ علامہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی نے خطاب کیا اور کاظمی صاحب مذکور اور ان کی پوری ٹیم کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جامعہ البعثت رجوعہ سادات کی یہ عظیم کاوش پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ تاکہ قوم میں درستگی عقائد اور کارہائے خیر کی ادائیگی با حسن طریق سرانجام دی جا سکے۔

باب العقائد

توحید افعالی کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

توحید پروردگار جو کہ دین اسلام کی عمارت کا سنگ بنیاد ہے کی چار قسمیں ہیں۔ ① توحید ذاتی ② توحید صفاتی ③ توحید افعالی اور ④ توحید عبادتی۔ مگر ان سب سے زیادہ اہم قسم توحید افعالی ہے جس کی وجہ سے اکثر اہل اسلام شرک جیسے اکبر الکبائر جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ من حیث لا یشعرون...... لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ مئی کے شمارہ "دقائق اسلام" میں اس موضوع پر ایک جامع تبصرہ کر دیا جائے۔ لیہلك من هلك عن بينة ويحيى من حی عن بينة......

سو واضح ہو کہ توحید افعالی کا مطلب یہ ہے کہ وہ افعال تکوینیہ جن پر کوئی بشر من حیث البشر ذاتی طور پر طاقت و قدرت نہیں رکھتا، جیسے خلق کرنا، رزق دینا، مارنا اور جلانا یا مریض کو شفا دینا، یا اس قسم کے دیگر افعال تکوینیہ ان میں خداوند عالم کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں آیات و روایات حد احصاء و شمار سے متجاوز ہیں۔ اس مسئلہ کی اگرچہ پوری وضاحت تو وہاں کی جائے گی جہاں متن رسالہ میں غلو و تفویض کے موضوع پر مصنّف علام بحث کریں گے۔ مگر یہاں بھی بعض آیات و روایات کا اجمالاً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

① هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (سورۃ الحشر: ۲۴)

ترجمہ: وہ اللہ پیدا کرنے والا، تصویر بنانے والا ہے اور اس کے لیے بہترین نام ہیں۔

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند عالم ہی خالق و مصور ہے۔

② اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (سورۃ الزخرف: ۳۲)

آیا وہ تمہارے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں، ہم نے زندگانی دنیا میں ان کے مابین ان کی روزی تقسیم کر دی ہے۔

اس آیت سے کالشّمس فی نصف النہار واضح و آشکار ہوتا ہے کہ خدا ہی رازق اور قاسم رزق ہے۔

③ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ط سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۴۰ (سورۃ الروم: ۴۰)

④ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ط قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۃ الرعد: ۱۶)

یا انھوں نے اللہ کے ایسے شریک مقرر کیے ہیں۔

جنھوں نے اسی کی سی مخلوق پیدا کر دی ہے کہ ان پر مخلوق کی شناخت مشتبہ ہوگئی ہو۔ تم یہ کہہ دو کہ اللہ ہر چیز کے پیدا کرنے والا ہے اور وہ یکتا و زبردست ہے۔

۵ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (سورۃ النمل:۶۴)

آیا وہ کون ہے جو خلقت کی ابتدا کرتا ہے، پھر اس کو دوبارہ پھیر دے گا، اور وہ کون ہے جو آسمان و زمین میں سے تم کو رزق دیتا ہے۔ کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟

۶ وَ رَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ (القصص:۶۸)

اور تمہارا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے۔

۷ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الانعام:۱۷)

اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دفع کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر و خوبی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نفع و نقصان کا مالک خداوند عالم ہی ہے۔

۸ قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ (سورۃ الانعام:۶۳ و ۶۴)

تم کہہ دو کہ خشکی اور تری کی اندھیریوں سے تم کو نجات کون دیتا ہے۔ جس سے تو رو رو کے چپکے دعا مانگتے ہو کہ اگر اس نے اس سے ہم کو بچا لیا تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔ کہہ دو کہ اللہ تم کو ان (اندھیریوں) سے اور ہر رنج سے نجات دیتا ہے، پھر تم (اس کا) شریک کرتے ہو۔

۹ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (سورۃ النمل: ۶۲)

آیا وہ کون ہے جو مضطر کی دعا قبول کر لیتا ہے جب بھی وہ دعا مانگے اور تکلیف کو رفع کر دیتا ہے اور تم کو زمین کا حاکم مقرر کرتا ہے۔ آیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟۔

ان آیات کریمہ سے ظاہر ہے کہ دعاؤں کا سننے والا اور مہالک سے نجات دینے والا خداوند عالم ہی ہے۔

۱۰ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ (سورۃ الشعراء: ۷۸ تا ۸۱)

جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی مجھے راہ بتائے گا، اور وہ وہی ہے جو مجھے کھانا کھلاتا ہے، اور مجھے پانی پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے، اور وہ وہی ہے جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ خالق و رازق محی و ممیت اور شافی خدا ہی ہے۔

۱۱ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ (سورۃ الاعراف:۵۴)

آگاہ رہو کہ بنانا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ کل عالموں کا پرورش کرنے والا صاحب برکت ہے۔

۱۲ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا (سورۃ الرعد:۱۶)

تم کہو کہ کیا اس کو چھوڑ کر تم نے ایسوں کو اپنا ولی

بنایا ہے جو اپنے آپ کے لیے کسی نفع کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نقصان کا۔

۱۳ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (سورۃ النحل: ۵۳)

اور جو نعمت (بھی) تم کو ملی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

۱۴ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (سورۃ الفرقان: ۳)

اور انھوں نے اسے چھوڑ کر ایسے خدا بنا لیے ہیں جو ایک چیز بھی نہیں بناتے بلکہ خود بنائے جاتے ہیں۔

۱۵ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾ (الفرقان: ۲)

اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اس کا ایسا اندازہ کر دیا جیسا کہ اندازہ کرنے کا حق ہے۔

۱۶ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ (سورۃ النمل: ۶۰)

آیا وہ کون ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے بارونق باغات پیدا کر دیے تمھاری تو یہ طاقت نہ تھی کہ تم ان باغوں کے درختوں کو اگالو۔ کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (ہے تو نہیں) لیکن یہ لوگ ہیں کہ حق سے منحرف ہوکے جاتے ہیں۔

۱۷ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ (سورۃ الفاطر: ۳)

آیا اللہ کے سوا کوئی اور پیدا کرنے والا بھی ہے جو آسمان و زمین سے تم کو روزی دے دے، سوائے اس کے کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کدھر بہکے چلے جاتے ہو۔ معلوم ہوا کہ رازق وخالق خدا ہی ہے۔

۱۸ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ (سورۃ الشوریٰ: ۴۹)

آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی خدا ہی کے لیے (مُسلّم) ہے، وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عنایت فرماتا ہے۔ معلوم ہوا کہ خالق رازق اور اولاد دینے والا خدا ہی ہے۔

۱۹ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ (سورۃ حم الشوریٰ: ۱۹)

اللہ اپنے کل بندوں پر مہربان ہے جسے چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے۔

۲۰ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (الرعد: ۲۶)

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے، اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رزق کم وزیادہ کرنا بھی قبضہ قدرت میں ہے۔

۲۱ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ (سورۃ آلِ عمران: ۲۶)

کہہ دو کہ اے اللہ! اے سلطنت کے مالک تو

جس کو چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تو عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تو ذلت دیتا ہے۔ تمام خیر و خوبی تیرے ہی ہاتھ ہے، بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

اس آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ خدا ہی مالک الملک ہے اور عزت و ذلت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

٦٢ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿٥٨﴾ (الذاریات:٥٨)

اس آیت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ روزی دینے والا خدا ہی ہے اور وہ بڑی قوت وطاقت والا ہے۔

توحید کا یہی وہ مرتبہ ہے جہاں پہنچ کر اکثر لوگ اپنے پیشواؤں کی محبت میں مبتلا ہو کر جادۂ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں اور توحید افعالی کا دامن چھوڑ کر شرک کے عمیق گڑھوں میں جا گرتے ہیں۔ "من حیث لا یشعرون"

اسی لیے ہمارے ہادیانِ دین یعنی ائمۂ طاہرین علیہم السلام نے ایسے لوگوں کے خیالات کی بڑی پُرزور تردید فرمائی ہے۔ جو ان امور میں مخلوق کو خالق کا شریک قرار دیتے ہیں، اس قسم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض کو ہم باب غلو و تفویض میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں فقط ایک دو احادیث شریفہ ذکر کی جاتی ہیں۔

(١) حضرت امام رضا علیہ افضل التحیۃ و الثناء بارگاہِ خدا جل و علا میں جو مناجات کرتے تھے، اس میں فرماتے ہیں:

اللھم لا تلیق الربوبیته الا بك و لا تصلح الالھیة الا لك فالعن النصاریٰ الذین صغروا عظمتك و العن المضاھئین الذین تشبھوك بالاجسام لقولھم من بریتك اللھم انا عبیدك و ابنا عبیدك لانملك لانفسنا نفعا و لا ضرا و لا موتا و لا حیوة و لا نشورا اللھم من زعم انا ارباب فنحن عنه براء و من زعم ان الینا الخلق و علینا الرزق فنحن الیك منه براء کبرائة عیسیٰ ابن مریم من النصاریٰ اللھم انا لم ندعھم الی ما یزعمون فلا تؤاخذنا بما یقولون و اغفرلنا ما یزعمون ۔ (عیون اخبار الرضاء)

بارالہا! ربوبیت تیری شان کے لائق ہے۔ اور معبود ہونے کی صلاحیت تو ہی رکھتا ہے۔ یا اللہ! تو نصاریٰ پر لعنت بھیج، جنھوں نے تیری عظمت و جلالت کو کم کر دیا ہے۔ اور اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں پر بھی لعنت بھیج جو نصاریٰ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوئے تجھے جسموں کے ساتھ نسبت دیتے ہیں۔

یا اللہ! ہم تیرے بندے ہیں، اور تیرے بندوں کے بیٹے ہیں۔ ہم بذاتِ خود نہ اپنے نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے اور نہ موت و حیات کے اور نہ حیات بعد الموت کے۔ یا اللہ! جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہم رب ہیں، پس ہم اس سے بیزار ہیں۔ اور جو شخص یہ گمان کرے کہ ہم خلق کرتے اور ہم رزق دیتے ہیں تو ہم اس سے اس طرح بیزار ہیں جیسے جناب عیسیٰ علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام نصاریٰ سے بیزار ہیں۔ بارالہا! جو کچھ یہ لوگ گمان کرتے ہیں، ہم نے ان کو اس کی دعوت نہیں دی۔ اس لیے تو ہم سے ان کے بدعقیدہ کا مواخذہ نہ کر۔ اور جو کچھ یہ گمان کرتے ہیں تو ہمیں اس کی معافی دے۔

ان بزرگواروں کو وسیلہ اور شفیع ماننے کا صحیح مفہوم وہی ہے جو جناب امام صاحب العصرؑ نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ احتجاج علامہ طبرسیؒ میں احمد بن دلال سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شیعوں میں مسئلہ تفویض کے متعلق نزاع بہت زور پکڑ گئی۔ بعض حضرات یہ کہتے تھے کہ خداوند عالم نے یہ امور حضرات معصومینؑ کے سپرد کیے ہیں اور بعض اس کی نفی کرتے تھے۔ ایک مرد مومن نے کہا کہ تم آپس میں کیوں جھگڑتے ہو۔ اور جناب محمد بن عثمان حضرت امام زمانہؑ کے نائبِ خاص کی طرف کیوں رجوع نہیں کرتے؟ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور جناب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض مدعا کیا۔ جناب شیخ نے اس مسئلہ کو حضرت صاحب الزمانؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کا ناحیہ مقدسہ سے یہ جواب باصواب برآمد ہوا:

ان الله خلق الاجسام و قسم الارزاق لانه لیس بجسم و لا حال فی جسم انه سمیع بصیر فاما الائمة فیسئلونه فیخلق و یسئلونه فیرزق اجابة لمسئلتهم و اعظاما لشانهم

یعنی اللہ عزوجل نے ہی جسموں کو پیدا کیا ہے اور اسی نے ہی ان کا رزق تقسیم کیا ہے۔ کیونکہ نہ تو وہ جسم ہے اور نہ ہی کسی جسم میں حلول کرتا ہے۔ تحقیق وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ باقی رہے ائمہ طاہرینؑ سو وہ خدا تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں۔ پس وہ خلق فرماتا ہے۔ اور یہ اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ رزق عطا فرماتا ہے، وہ ان کے سوال کو پورا کرتے ہوئے اور ان کی شان و شوکت کو بڑھاتے ہوئے ان کے سوال یعنی شفاعت کو مسترد نہیں فرماتا۔

باب الاعمال

وکالت اور اس کے شرائط و احکام

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

شریعت اسلامیہ کے سہل اور فطری ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس میں ان کاموں کے اندر جن میں اصل مؤکل کے بغیر بھی کسی کام کا اصل مقصد پورا ہوسکتا ہے جیسے نکاح و طلاق، بیع و شرا اور مقدمات و معاہدات وغیرہ ان میں وکالت جائز ہے اور ان کاموں کی انجام دہی میں کسی شخص کو وکیل بنانا مباح ہے ہاں البتہ جہاں اصل مقصد اصل شخص یعنی مؤکل کے بغیر پورا نہ ہوسکتا ہو وہاں وکالت جائز نہیں ہے کیونکہ وہاں وکالت سے اصل مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ جیسے نماز روزہ وغیرہ عبادات شرعیہ کیونکہ یہاں اصل مقصد بندہ کی بندگی اور اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں اپنے خشوع و خضوع کا اظہار ہے جو وکیل کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتا اور یہی کیفیت قسم کھانے کی ہے کیونکہ قسم کھانے کا اصل مقصد قسم کھانے والے شخص کی صداقت وحقانیت کا اظہار ہے اور ظاہر ہے کہ کسی دوسرے شخص کے قسمیں کھانے سے پہلے شخص کی صداقت ثابت نہیں ہوسکتی اور یہی کیفیت اختیاری حالات میں شہادت و گواہی دینے کی ہے۔ کما لایخفی

الی غیر ذلک من الموارد المختلفۃ التی یطلع علیھا المتبتع الخبیر

وکالت کے شرائط کا بیان

وکیل، مؤکل اور وکالت میں آٹھ شرطیں معتبر ہیں۔
① دونوں بالغ ہوں ② دونوں عاقل ہوں ③ اپنے قصد و ارادہ سے کام کریں ④ دونوں بااختیار ہوں۔ لہٰذا جو شخص عرفاً یا شرعاً ممنوع التصرف ہے جیسے سفیہ، دیوانہ اور نابالغ بچہ وہ وکیل یا مؤکل نہیں ہوسکتا ⑤ وکالت کسی شرط کے ساتھ مشروط نہ ہو بلکہ مطلق ہو ⑥ وکیل عقلاً و شرعاً اس امر کی انجام دہی پر قدرت رکھتا ہو جس میں اسے وکیل بنایا جارہا ہے۔ ⑦ اگر کام ایسا ہے جسے مسلمان کے سوا اور کوئی شخص انجام نہیں دے سکتا۔ جیسے قرآن کی فروخت یا مسلمان کو غلام بنانے کا کام تو اس صورت میں وکیل کا مسلمان ہونا۔ ⑧ جس کام میں وکیل بنایا جارہا ہے اس کی تعیین کرنا ورنہ وکالت باطل متصور ہوگی۔

وکالت کے احکام و مسائل

مسئلہ ①: وکالت عقود لازمہ میں سے نہیں بلکہ عقود جائزہ میں سے ہے لہٰذا وکیل یا مؤکل جب چاہیں اسے ختم کرسکتے ہیں۔

مسئلہ ②: وکالت میں کوئی خاص صیغہ ضروری نہیں ہے بلکہ ہر وہ قول یا فعل جس سے کسی کے کسی کو وکیل بنانے اور اس کے قبول کرنے کا مطلب واضح ہوجائے وہی

کافی ہے۔

مسئلہ ۳: جو کام شرعاً آدمی خود انجام نہیں دے سکتا اس میں کسی کو وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص جو حالت احرام میں ہے چونکہ وہ صیغہ عقد نہیں پڑھ سکتا تو وہ اس کام کے لئے دوسرے کو وکیل بھی نہیں بنا سکتا۔ یا مثلاً ایک شخص جب خود غلط بیانی نہیں کر سکتا اور جھوٹی شہادت نہیں دے سکتا تو اس میں کسی اور کو اپنا وکیل بھی نہیں بنا سکتا۔ وہکذا۔

مسئلہ ۴: جس کام کی انجام دہی کے لئے کسی شخص کو وکیل بنایا گیا ہے وہ آگے کسی اور شخص کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ البتہ اصل موکل کی اجازت سے ایسا کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۵: وکیل یا موکل کی موت، دیوانگی یا بے ہوشی سے وکالت ختم ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۶: اگر وکیل کے لئے کچھ معاوضہ مقرر کیا جائے تو کام کی انجام دہی کے بعد اس کی ادائیگی ضروری ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۷: اگر وکیل کے قبضہ میں موکل کا کچھ مال ہو تو وہ بمنزلہ امین کے ہوگا یعنی اگر وہ مال اس کی تقصیر و کوتاہی کے بغیر تلف ہو گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور بصورت دیگر وہ ضامن ہوگا۔

مسئلہ ۸: اگر وکیل اپنے موکل کی اجازت سے کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل بنائے تو اصل موکل اور پہلا وکیل دونوں اس دوسرے وکیل کی وکالت کو ختم کر سکتے ہیں اور اگر پہلا وکیل مر جائے یا معزول ہو جائے تو اس سے دوسرے وکیل کی وکالت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ ہاں البتہ اگر پہلے وکیل نے موکل کی اجازت سے دوسرے شخص کو اپنی طرف سے نہیں بلکہ براہ راست موکل کا وکیل بنایا ہو تو پھر یہ نہ اسے معزول کر سکے گا اور نہ ہی اس کی موت یا معزولی سے اس دوسرے وکیل کی وکالت باطل ہوگی۔

مسئلہ ۹: اگر موکل اپنے وکیل کو معزول کر دے تو جب تک اسے اس معزولی کی باضابطہ طور پر اطلاع نہ مل جائے اس وقت تک اس کے تصرفات صحیح متصوّر ہوں گے۔ البتہ جو تصرف وہ اس اطلاع ملنے کے بعد کرے گا وہ باطل سمجھا جائے گا۔

مسئلہ ۱۰: وکیل چونکہ بمنزلہ مؤکل کے ہوتا ہے لہٰذا اس پر اصل مؤکل والے احکام نافذ ہوں گے اور بیع و شرا وغیرہ امور میں مشتری اسی کی طرف رجوع کرے گا۔

تبصرہ:

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح و آشکار ہوگئی کہ اگر مندرجہ بالا شرائط و احکام کی پابندی کی جائے اور سب سے بڑھ کر اگر اس کے ذریعے عدالت سے مظلوم کی دادرسی کرائی جائے اور ظالم کو اس کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ تو شرعی نقطہ نگاہ سے وکالت اور اسے بطور پیشہ اختیار کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض حالات میں ضروری بھی ہے اور اگر ان قواعد و ضوابط کی پروا نہ کی جائے جیسا کہ موجودہ دور کی پدر و مادر آزاد وکالت میں بالعموم ہوتا ہے جو دجل و فریب، کذب و افتراء اور الزام و اتہام کا اور ظالم کی اعانت اور مظلوم کے خلاف کام کرنے کا دوسرا نام ہے تو پھر وکالت ناجائز و حرام ہے۔ واللہ سبحانہ العاصم وھو ولی التوفیق

باب التفسیر

ہر ہر معاملہ میں

رسولؐ اور اولی الامرؑ کی طرف رجوع کرنے کا حکم

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَ اِذَا جَآءَھُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِہٖ ؕ وَ لَوۡ رَدُّوۡہُ اِلَی الرَّسُوۡلِ وَ اِلٰۤی اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡھُمۡ لَعَلِمَہُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَہٗ مِنۡھُمۡ ؕ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّیۡطٰنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۸۳﴾ (سورۃ النساء: ۸۳)

ترجمۃ الآیات

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ اسے رسولؐ اور اولی الامرؑ کی طرف لوٹاتے تو (حقیقت کو) وہ لوگ جان لیتے جو استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند آدمیوں کے سوا باقی شیطان کی پیروی کرنے لگ جاتے۔ (۸۳)

تفسیر الآیات

وَ اِذَا جَآءَھُمۡ ......الآیۃ

ہجرت کے تھوڑے عرصہ بعد کفار سے قتل و قتال اور جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور مسلمان مسلسل حالتِ جنگ میں تھے۔ اور ایسے حالات میں اپنی فتوحات کے مکمل انتظامات، دشمن کی نقل و حرکت اور مخالف جماعتوں کی جنگی تیاریوں کے متعلق بعض ایسی مخفی باتیں ہوتی ہیں جن کی نشر و اشاعت مناسب نہیں ہوتی۔ ہمیشہ عیار و مکار دشمن اپنے سادہ لوح مخلصین کی حماقت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنوں کو زک پہنچاتا ہے اور کبھی خود مختلف بے بنیاد خبریں گھڑ کر اور انہیں لوگوں کے ذریعہ مشہور کر کے مجاہدین کے بلند حوصلوں کو پست کرنے کی ناپاک سازش کرتا ہے۔ ویسے بھی کچھ کمزور دل و دماغ کے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے اندر کوئی بات ٹھہرتی ہی نہیں اور ان کی روٹی اس وقت تک ہضم ہی نہیں ہوتی جب تک ایسی بات کو باہر نہ اگل دیں اور راز کو فاش نہ کر دیں۔ ایسے ہی لوگوں کو خدائے حکیم تنبیہ کر رہا ہے کہ ان حالات میں اگر کوئی ایسی ویسی افواہ سنو تو بغیر سوچے سمجھے آگے نہ پھیلاؤ۔ بلکہ اسے رسولؐ اور اولی الامر جیسے ذمہ دار لوگوں کی خدمت میں پیش کرو، تاکہ وہ اس کے متعلق مناسب کارروائی کریں۔ ظاہر ہے کہ آیت مبارکہ کے نزول کے وقت ذمہ دار شخصیت خود حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی اور آپ کے بعد اولی الامر یعنی ائمہ طاہرینؑ کی ذواتِ مقدسہ ہیں۔ "قال ابوجعفر ھم الائمۃ المعصومون" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد ائمہ معصومینؑ ہیں۔ (تفسیر تبیان)

تنبیہ: قبل ازیں آیت اولی الامر کی تفسیر کے ذیل میں یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ قرآن کا دستور ہے کہ ایک چیز ایک جگہ مجمل ہوتی ہے اور دوسری جگہ اس کی تفصیل مذکور ہوتی ہے۔ چنانچہ نزاع کے وقت خدا و رسول اور اولی الامر کی طرف رجوع کرنے کے بارے میں وہاں بات مجمل تھی، چند آیتوں کے بعد اس کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے اور وہ یہی آیت ہے: "اذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ" کہ یہ ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو وہ اسے نشر کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اسے رسولؐ اور صاحبانِ امر کی طرف پلٹا دیتے تو اس طرح وہ بات صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے لوگوں کے علم میں آجاتی اور وہ اسے جان لیتے۔ اور پھر اس کی جانچ پڑتال کر کے کوئی مناسب عملی اقدام کرتے۔ اس آیت سے اولی الامر کی طرف رجوع کرنے کا حکم روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہے۔

افادہ: اس موقع پر جناب پیر کرم شاہ ازہری نے بڑی عمدہ بات لکھی ہے۔ جس کا یہاں من و عن نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ موصوف رقمطراز ہیں:

"جب عام دنیوی اور سیاسی امور میں عوام کو ان چیزوں میں دخل اندازی اور خودسری سے روک دیا گیا ہے تو آپ خود سوچیں کہ امور دینیہ میں یہ بدنظمی کب برداشت کی جا سکتی ہے کہ ہر کہ ومہ مفتی بنا پھرے اور قرآن و سنت کو اپنی رائے سے ہم آہنگ کرتا رہے۔ مُسلمانوں کا فرض ہے کہ حرص و ہوا کے بندوں کی تقلید نہ شروع کر دیا کریں اور دینی امور میں فقط ان علماء کی طرف متوجہ ہوں جن کا علم و فضل، زہد و تقویٰ اور دینی بصیرت مُسلمہ اور جن کی سیرت بے داغ ہو"۔ (ضیاء القرآن)

ہم اس مقام پر اپنی قوم و ملت کے جوانوں سے صرف اتنا کہیں گے کہ: ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوستر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

و لا ینبئک مثل خبیر...... اگر اللہ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوگی تو تھوڑے سے آدمیوں کے سوا تم شیطان کی پیروی کرنے لگ جاتے۔ "لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" حضرات معصومینؑ سے مروی ہے، فرمایا: "خدا کے فضل سے حضرت رسولِ خداؐ اور رحمت سے علی مرتضیٰؑ مراد ہیں"۔ (تفسیر جوامع)

عامۃ الناس کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: "تم پر لازم ہے کہ مسجدوں میں نماز پڑھو، پڑوسیوں کا حق ادا کرو، شہادۃ (گواہی) قائم کرو اور ایک دوسروں کے جنازوں میں شرکت کرو۔ تمھیں لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ زندگی بھر کوئی شخص دوسرے لوگوں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا"۔ (اصول کافی)

② ابو وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ: ہمیں اپنی قوم اور عامۃ الناس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے؟ فرمایا: "امانت کو ادا کرو، گواہی کو قائم کرو، بیماروں کی مزاج پرسی کرو اور جنازوں میں شرکت کرو"۔ (اصول کافی)

③ حبیب سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا، فرما رہے تھے کہ: "تم پر لازم ہے کہ حرام سے بچو، اور واجب کو ادا کرنے میں کدو کاوش کرو، جنازوں میں شرکت کرو، مریضوں کی مزاج پرسی کرو اور اپنی قوم کے ساتھ مسجدوں میں حاضر ہو اور لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو"۔ (اصول کافی)

④ ہشام بن سالم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: "لوگوں کو خوش کرنا کس قدر آسان ہے؟ اپنی زبانوں کو ان سے روکو"۔ (یعنی ان کا شکوہ و شکایت نہ کرو...... اس طرح وہ تم سے خوش ہو جائیں گے) (اصول کافی)

⑤ انہی حضرت سے مروی ہے، فرمایا: "جو شخص اپنے ہاتھ کو لوگوں سے روکتا ہے تو وہ تو ایک ہاتھ روکتا ہے۔ مگر لوگ اس کی وجہ سے بہت سے ہاتھ اس سے روک لیتے ہیں"۔ (اصول کافی)
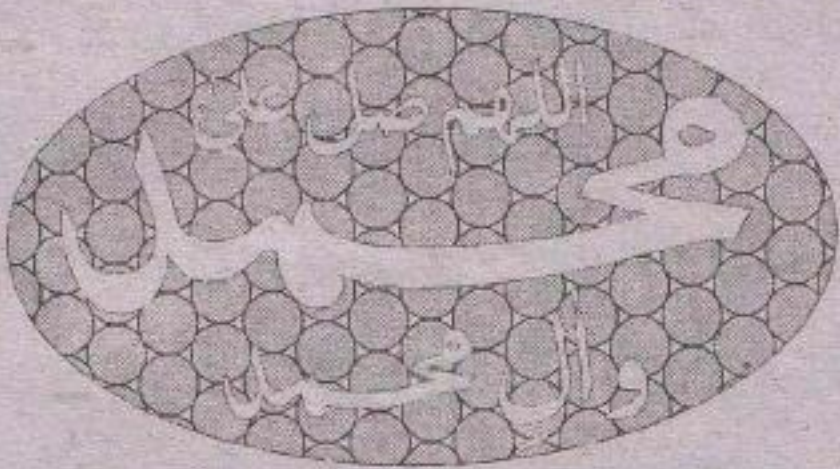
بقیہ: جہاد امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

سے قریب حسب خواہش فتویٰ حاصل کرنے کے لیے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے امامؑ کو بغداد لانے سے پہلے حج کا سفر کیا تا کہ مکہ یا مدینہ میں امامؑ کے حالات کا جائزہ لے اور مسجد الحرام میں امام سے بحث بھی کی۔ جب حضرت نے لاجواب کر دیا تو پھر مدینہ جا کر باقاعدہ ملاقات کی اور یہ طے کر لیا کہ ان کو مدینہ سے بغداد طلب کر لیا جائے۔

سائلہ: رضوی فاطمہ

سوال نمبر ۶۷۷: حرام اجزاء کون کون سے ہیں جیسے E476.Gelatin اور کونسے ہیں؟ برائے مہربانی ضرور بتائیے گا۔

E476 پودوں اور جانوروں کی چربی سے حاصل کیا جانے والا ایک مادہ ہے، جسے مختلف کھانے پینے کی اشیاء کی لذت بڑھانے، ان میں چکنائی کی مقدار کو کم کرنے اور ان کی تازگی کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف اشیاء خورد ونوش مثلاً چاکلیٹ، کیک اور کئی قسم کے مشروبات کی تیاری میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پودوں میں بالخصوص ارنڈی کے تیل سے تیار کیا جاتا ہے اور جانوروں میں بلاتخصیص ان کی چربی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ پر حاصل کی جانے والی معلومات کے مطابق اہل سنت کے نزدیک ان کے حلال یا حرام ہونے کا دارومدار ان کے ماخذ پر ہے۔ اہل تشیع علماء کے نظریات کے بارے میں معلوم نہیں کیا جاسکا۔

جلاٹین: بھیڑوں، بکریوں، مرغیوں، سوروں اور مچھلیوں کی جلد، ہڈیوں، اور دیگر خلیوں سے حاصل کردہ ریشے ہیں، جنھیں مختلف وٹامنز اور دیگر غذائی اجزاء کے حصول کے لیے اشیاء خورد ونوش میں ملایا جاتا ہے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! حلال جانور کے مندرجہ ذیل اجزاء حرام ہیں: ① جو زندہ حیوان سے گوشت کاٹا جائے، جیسے دُنبہ کی لاٹ ② خون ③ گوبر ④ ذکر ⑤ خصیہ ⑥ فرج ⑦ بچہ دانی ⑧ تلی ⑨ مثانہ ⑩ پتہ ⑪ حرام مغز جو پشت کی ہڈی میں ہوتا ہے ⑫ حرزۂ دماغ جو دانہ نخود کے برابر وسط دماغ میں ہوتا ہے ⑬ دو زرد پٹھے جو سر کے نیچے سے دم تک حرام مغز کے اردگرد ہوتے ہیں ⑭ حدقہ چشم (آنکھ کی پتلی) ⑮ غدود (وہ گول گول گرہیں جو گوشت میں ہوتی ہیں)

خاص مادہ کا تذکرہ: جس مادہ کا سوال میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ بعض پودوں اور بعض جانوروں کی چربی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں پہلی گزارش ہے کہ خورد ونوش کی اشیاء کو بنی اسرائیل کی گائے نہ بنایا جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے قوم کو حکم دیا تھا کہ "اذبحوا بقرۃ" ایک گائے ذبح کرو...... مگر قوم نے کم عقلی سے سوال پر سوال کرکے کہ قد کاٹھ کیسا ہو؟ رنگ روپ کیسا ہو؟ عمر کیا ہو؟ وغیرہ وغیرہ، اپنے لیے قافیہ حیات تنگ کر لیا۔ اسی طرح ہمیں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ خورد ونوش کی کوئی بھی چیز ایک مُسلمان سے لو اور پھر یہ سوال نہ کرو کہ یہ کس چیز سے بنی ہے؟ اس کے اجزاء ترکیبی کیا ہیں؟ اور دوسری

گزارش یہ ہے کہ اگر کوئی ایک آدھ کہہ بھی دے کہ فلاں مشروب یا فلاں ماکول میں حرام اجزاء شامل ہیں تو اس کا قول قابل توجہ نہیں سمجھا جائے گا۔ ہاں اگر تواتر سے ثابت ہو جائے کہ فلاں مشروب اور فلاں ماکول میں حرام چربی یا بعض دوسرے حرام اجزاء شامل ہیں تو پھر اس چیز کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ واللہ العالم

ائمہ سے براہِ راست دعا مانگنا

سائل: اظفر نقوی

سوال نمبر ۶۷۹: کسی بھی امام کے روضے پر کس طرح دعاء مانگنی چاہیے؟ کیا ہم کسی بھی امام سے براہِ راست سوال کر سکتے ہیں؟ کیونکہ وہ زندہ ہیں اور انہی کی وجہ سے کائنات ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! دعا کرنا نہ صرف یہ کہ عبادت ہے بلکہ مخ عبادت ہے۔ "و لا معبود الا اللہ" یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے جو لائق عبادت ہے۔ لہٰذا دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے اور واسطہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا دینا چاہیے۔ کیونکہ وہ ذواتِ مقدسہ بارگاہ خداوندی میں ہمارے وسیلہ ہیں۔ جیسا کہ اس کا حکم ہے: "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" (القرآن)

لہٰذا دعا کسی نبیؐ و امامؑ کے روضہ پر مانگیں یا ان کے علاوہ کسی بھی جگہ پر مانگیں، دعا صرف اور صرف خداوند عالم سے مانگنی چاہیے اور وسیلہ سرکار محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کو قرار دینا چاہیے و بس۔ (تفصیل کے طالب ہماری کتاب "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" کی طرف رجوع کریں۔ انشاء اللہ

جمع بین الصلاتین

سائل: سید جعفری

سوال نمبر ۶۸۰: اگر نماز کو الگ الگ پڑھنا افضل تصور کیا جاتا ہے تو کیوں شیعہ "جمع بین الصلاتین" پر زور دیتے ہیں۔ جس کا مرتبہ خدا کے نزدیک کم تر ہے، اگرچہ اس کی ترغیب آسانی کے لیے دی گئی ہے۔ وضاحت فرمائیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! اکثر دوسرے اختلافی مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی افراط و تفریط کا شکار ہو گیا ہے اہل تشیّع و اہل السُّنّت کا اختلاف تو صرف اس بات میں تھا کہ جب نہ مطر (بارش) ہو اور نہ سفر اور نہ کوئی خوف و خطر، تو جمع بین الصلاتین کرنا جائز ہے یا نہ؟ اہل تشیّع کہتے ہیں کہ پھر بھی جائز ہے۔ جبکہ برادرانِ اسلامی اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ مگر تحقیقی قول یہ ہے جو کہ شیعہ و سنی کتب حدیث سے ثابت ہے کہ بلا وجہ بھی جمع جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ ہر نماز کو اذان و امامت کے ساتھ علیحدہ علیحدہ وقت فضیلت میں پڑھا جائے...... مگر اہل تشیّع نے جمع بین الصّلوتین کو اس طرح لازم قرار دے دیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر کبھی الگ الگ پڑھیں گے تو اہل سنت بن جائیں گے اور اہل سنت نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر وہ کبھی ملا کر پڑھیں گے تو وہ شیعہ بن جائیں گے۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اگر شیعہ الگ الگ پڑھیں تو وہ سنی نہیں بنیں گے اور اگر سنی ملا کر پڑھیں تو وہ شیعہ نہیں بنیں گے...... اس سلسلہ میں بخاری شریف میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو بلا

خوف وخطر اور بلا سفر و مطر ملا کر پڑھنا دیکھا جا سکتا ہے، جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ واللہ العالم

شہریہ

سائل: نقی جسکانی نجفِ اشرف عراق

سوال نمبر ۶۸۱: قبلہ محترم! میں نجفِ اشرف میں پڑھتا ہوں۔ نجف کے اندر آیت اللہ یعقوبی کے شہریہ لینے کے بارے میں آیت اللہ سیستانی متوقف اور آیت اللہ شیخ بشیر النجفی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیا اس سے شہریہ لیا جا سکتا ہے؟ جواب عطا فرمائیں

الجواب: باسمہ سبحانہ! میرا جناب آقائے یعقوبی سے کوئی تعارف نہیں ہے، اور نہ ہی آپ نے وضاحت کی ہے کہ سرکار آقائے سیستانی مدظلہ اور جناب آقائے شیخ بشیر النجفی مدظلہ ان سے شہریہ لینے کے بارے میں کیوں متوقف ہیں اور کیوں حرمت کے قائل ہیں؟ لہٰذا میں بموجب ع

رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند

میں اس سلسلہ میں متوقف ہوں...... جب تک حالات حاضرہ کا پوری طرح علم نہ ہو اس وقت تک کوئی نظریہ قائم نہیں کر سکتا۔ "الاحتیاط سبیل النجاۃ"۔ واللہ العالم

امام کے وسیلے سے دعا مانگنا

سائل: باب الحوائج عباس

سوال نمبر ۶۸۲: امامؑ کے وسیلے سے مانگنا چاہیے اللہ سے، یا امامؑ سے مانگنا چاہیے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! سوال نمبر ۶۷۹ کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ دعا کرنا (یا دعا مانگنا) نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے بلکہ بقول معصومؑ "مخ العبادۃ" (عبادت کا مغز) ہے۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "ادعونی استجب لکم" مجھ سے دعا کرو، میں اسے قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے: "ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین" (القرآن) جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبّر کرتے ہیں (مجھ سے دعا نہیں مانگتے) وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ میں خداوند عالم نے دعا کرنے کو عبادت قرار دیا ہے اور پوری کائنات میں معبود (لائق عبادت) صرف ایک ہے، جو رب العالمین ہے۔ مذہب شیعہ میں (جو کہ اسلام کی حقیقی تفسیر وتعبیر ہے) دعا صرف خدا سے مانگنی چاہیے۔ مگر وسیلہ اور واسطہ نبیؐ وامامؑ کا دینا چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (سورۃ المائدۃ:۳۵) اے ایمان والو! تقوائے الٰہی اختیار کرو اور (ناراض خدا کو منانا چاہو یا اس سے رکے ہوئے کام کرانا چاہو تو) اس کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ تلاش کر کے پیش کرو۔ لہٰذا ہمارا مرکز خداوند عالم کی ذات ہے۔ اور اس کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ سرکار محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام ہیں۔

والحمدللہ رب العالمین

والدین کا شادی کے لیے مجبور کرنا

سائلہ: گھنا سایہ

سوال نمبر ۶۸۳: میری ایک دوست ہے۔ سات سال پہلے ایک لڑکے نے اس سے شادی کی درخواست

کی ۔لڑکی نے کہا کہ آپ میرے گھر والوں سے بات کرلیں ۔لڑکے نے لڑکی کے گھر والوں کو رضامند کرلیا اور لڑکی کے باپ سے کہا کہ جب تک میں اپنے ماں باپ کو راضی نہ کرلوں آپ نے میرا انتظار کرنا ہے اور اپنی بیٹی کی شادی کہیں نہیں کرنی ۔ کیونکہ میں آپ کی بیٹی کو دل سے اپنا ہم سفر مان چکا ہوں اور اسی سے شادی کروں گا۔لڑکی کے ماں باپ انتظار کرتے رہے اور اب پندرہ دن لڑکے نے کہا کہ میری ماں نے مجھے بلیک میل کرکے کہا ہے کہ اگر تم نے میری بھانجی سے شادی نہ کی تو میں تمھیں جنت نہیں دوں گی ۔لڑکا ماں باپ کی وجہ سے زبردستی ماں کی بھتیجی سے شادی کے لیے رضامند ہوگیا۔

جس لڑکی سے وہ شادی کرنا چاہتا ہے اس لڑکی کے باپ نے جب پندرہ دن پہلے اس کو بلاکر پوچھا کہ اب ہم اور کتنا انتظار کریں ۔تم اپنے وعدے پر عمل کب کروگے تو لڑکے نے کہا کہ میں نے اپنی ماں کے سامنے ہار مان لی ہے ۔میں آپ کی بیٹی سے شادی نہیں کرسکتا ۔لڑکے نے اس لڑکی کے باپ سے کہا کہ میری ماں بیشک شادی تو کر رہی ہے اپنی مرضی سے مگر میں کبھی اس کو خوش نہیں رکھوں گا اور بہت جلد چھوڑ دوں گا۔

لڑکی کے ماں باپ اور لڑکی جس کو سات سال تک اس نے انتظار کروایا اور ایک امید پر رکھا، اب وہ ٹوٹ چکے ہیں ۔لڑکی دل سے اس کو اپنا شوہر مان چکی تھی اور وہ رو رو کر خدا سے استغاثہ بلند کرتی ہے کہ اس شخص نے میرے ساتھ کیا کیا۔ حالانکہ خواہش مند بھی وہ خود تھا اور اب ماں کے بلیک میل کرنے پر وہ کتنی زندگیاں تباہ کرنے جا رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو ماں باپ اس طرح بچوں کو بلیک میل کرکے زبردستی کرکے اتنی زندگیاں کیوں تباہ کرتے ہیں؟ جب اللہ نے دین میں کوئی جبر نہیں رکھا تو پھر ماں باپ شادی میں کیوں جبر کرتے ہیں بچوں پر؟ برائے مہربانی یہ ہمارے معاشرے کا اہم مسئلہ ہے اس کا جواب مجھے ان بکس کردیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! دین اسلام جو کہ دین فطرت ہے اس میں جبر و اکراہ کا کوئی وجود نہیں ہے ۔ اس کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ '' لا اکراہ فی الدین '' (دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے) ''من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر'' جس کا جی چاہے وہ ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے ۔

بے شک اسلام میں والدین کا بڑا مقام ہے، بڑا احترام ہے ۔مگر ان کو اس احترام سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے ۔ یعنی عقد و ازدواج کے سلسلہ میں اپنی اولاد کی پسند اور ناپسند کو سامنے رکھ کر اس کا کوئی فیصلہ کرنا چاہیے ۔ کیونکہ یہ زندگی بھر کا بندھن ہے ۔ اولاد نے زندگی گزارنی ہے ۔ اپنی پسند کا کوئی فیصلہ ان پر مسلط کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے ۔یہ کسی گائے بھینس کا سودا نہیں بلکہ دو انسانوں کے باہمی زندگی گزارنے کا معاملہ ہے ۔ لہٰذا شریعت اسلامیہ لڑکی لڑکے کی مرضی کے خلاف ان پر کوئی فیصلہ ٹھونسنے کی اجازت نہیں دیتی ۔ یہ الگ بات ہے کہ لڑکی لڑکے کو بھی چاہیے کہ اپنے جیون ساتھی کا انتخاب کرتے وقت ماں باپ کی

رضامندی کو سامنے رکھیں۔ جو کہ برخورداری کا تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں لڑکی لڑکے کی رضامندی کو عقد نکاح کی صحت کی شرط قرار دیا گیا ہے۔

اور اس خاص معاملہ میں صرف ماں ہی قصوروار نہیں بلکہ وہ بدھولڑکا بھی اس کا ذمہ دار ہے، جس نے بیچاری لڑکی اور اس کے والدین کو پورے سات سال تک انتظار کرایا۔ اور پھر ماں کے سامنے یوں بھیگی بلی کی طرح میانوؤں میانوؤں کرنے لگا۔ اس کا فرض تھا کہ اپنی ماں کو ساری حقیقت سے آگاہ کرتا تو شاید وہ یہ ظلم نہ کرتی۔ اور اگر اس نے یہ سب کچھ ماں کی خوشنودی کی خاطر کیا ہے تو جب وہ اپنی بیوی کو آباد نہیں کرے گا بلکہ طلاق دے کر گھر بھیج دے گا تو ماں کی ناراضی کا کیا کرے گا؟ ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پریشانی

جوانانِ جنت کے سردار

سائل: عامر رضا مہدی

سوال نمبر ۶۸۴: آغا جان! کیا امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام جنت میں صرف امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوانوں کے سرداز ہوں گے یا سابقہ تمام انبیاءؑ اور ان کی امتوں کے بھی سردار ہوں گے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! حدیث میں "الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة" کے عموم وا طلاق پر نگاہ ڈالی جائے تو اس سے تو عموم ہی متبادر ہوتا ہے۔ واللہ العالم

قرآن کے حروف کی قرائت میں اختلاف

سائل: حسین رضا

سوال نمبر ۶۸۵: حجازِ مقدس اور جزیرہ عرب کی خالص عربی کے لہجے میں "ض" کو "داد" پڑھتے ہیں، جبکہ ایران اور برصغیر میں "ذاد" پڑھتے ہیں۔ ذرا تفصیل سے اس طرح کہ "ضالین" کو حجاز مقدس اور جزیرہ عرب والے "دوالین" پڑھتے ہیں، جبکہ ایران اور برصغیر والے "ذوالین" پڑھتے ہیں۔ اسی طرح امام علی رضا علیہ السلام کو حجاز مقدس اور جزیرہ عرب والے "امام علی ردا علیہ السلام" پڑھتے ہیں، جبکہ ایران اور برصغیر والے "امام رضا علیہ السلام" پڑھتے ہیں۔ ان میں سے اصل کونسا ہے اور اتنا بڑا اختلاف کیوں ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! عربی حروف میں دال علیحدہ حرف ہے، ذال الگ حرف ہے اور ضاد علیحدہ حرف ہے۔ اور ان کا تلفظ اور مخرج بھی الگ الگ ہے۔ لہٰذا عرب اسے دال پڑھتے ہیں تو وہ بھی غلط کرتے ہیں اور اگر عجم اسے ذال پڑھتے ہیں تو ہو بھی غلط کرتے ہیں۔ لہٰذا "ضالین" کو "دوالین" پڑھنا بھی غلط ہے اور "ذوالین" بھی غلط ہے۔ بلکہ "ضاد" اپنے مخرج سے ادا کرنا چاہیے اور اپنے لہجے سے تاکہ وہ نہ دال بنے اور نہ ذال۔ تفصیل کے لیے میری تفسیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن کی پہلی جلد کا مطالعہ کیا جائے، تاکہ یہ حقیقت معلوم ہو سکے۔ لفظ "ضاد" کا صحیح مخرج کیا ہے اور اس کا لہجہ کیا ہے؟ انشاء اللہ

استنقاظ

سائل: احسن عباس

سوال نمبر ۶۸۶: میں بیرونِ ملک مقیم ہوں اور ادھر

اخبار گھروں میں ڈالنے کا کام کرتا ہوں۔ بعض دفعہ ہمیں بہت سے اشتہارات بھی دیے جاتے ہیں ڈالنے کو۔ مگر وقت کی تنگی اور مشکل کی وجہ سے وہ اشتہار میں نہیں ڈالتا۔ مگر ان کے ڈالنے کے جو اضافی پیسے ہیں وہ خود تنخواہ میں آجاتے ہیں۔ میں ان پیسوں کو اپنے لیے حرام سمجھتا ہوں، کیونکہ میں نے وہ اشتہار ڈالے نہیں ہوتے۔ پچھلی دفعہ میں نے وہ اضافی پیسے ایک فلاحی تنظیم کو ہدیہ کر دیے تھے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا میں ان اضافی پیسوں کو اپنے گھر والوں کو ان کے استعمال کے لیے بھیج سکتا ہوں؟

آیۃ اللہ سیستانی نے فتویٰ دیا ہے کہ میں یہ پیسے استنقاذ کی نیت سے رکھ سکتا ہوں۔ جس کا مطلب ہے غیر مسلمانوں سے پیسے بچانا۔ کیا استنقاذ صحیح ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! آپ اسلام و پاکستان کے سفیر ہیں۔ لہٰذا ڈیوٹی صحیح طور پر دیں، ایسا نہ ہو کہ آپ کے کسی اقدام و کام و کلام سے اسلام یا پاکستان بدنام ہوں۔ حتی الامکان اشتہار بھی ڈالنے کی کوشش کریں تا کہ آپ کی تنخواہ بلا اشکال جائز و حلال ہو۔ واللہ العالم والعاصم

رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کی تعداد

سائل: سیدہ نور رضوی

سوال نمبر ۶۸۷: قبلہ کے مطابق اور باقی علماء کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ کی کتنی بیٹیاں تھیں۔ برائے مہربانی حوالے کے ساتھ جواب دے دیں۔ جزاک اللہ

الجواب: باسمہ سبحانہ! یہ سوال نہ اصول دین میں داخل ہے نہ فروع دین میں بلکہ یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بیویاں کس قدر تھیں اور بیٹے کس قدر تھے اور بیٹیاں کس قدر تھیں؟ یہ سوال نہ قبر میں کیا جائے گا اور نہ حشر و نشر میں۔ تو پھر ایسے لایعنی سوال کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ سوال وہ کرنا چاہیے جس کی دنیا میں ضرورت ہو یا آخرت میں۔ واللہ العالم

بقیہ اخبارِ غم

راہی ملک بقا ہو گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے کہ خداوند عالم مرحومہ کو جناب سیدہ کائناتؑ کے جوار پُرانوار میں جگہ عنایت فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے اور آئندہ ہر قسم کے مصائب و نوائب سے محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی و آلہ الطاہرین۔

(شریک غم ادارہ)

☆ حاجی محمد نواز سپراء کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

☆ سید غلام حسین شاہ آف پنی والا ضلع سرگودھا کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ مستری محمد دین صاحب آف سرگودھا کی اہلیہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

☆ مستی محمد حسین آف بونگہ جھمٹ ضلع سرگودھا کے والد رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

مومنین کرام ان تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

(شریک غم و ملتمس دعاء: ادارہ)

کم ظرفوں اور منحرفوں کا گمراہ لشکر جو علماء کرام اور مجتہدین عظام کے خلاف برسرپیکار رہے اسی لشکر کے ایک پدی نما اہل کار نے دشمنانِ علماء کی فہرست میں نام لکھوانے کی غرض سے ایک بڑے شیطان کی کتاب جو مجتہدین واجتہاد کی قدروقیمت گھٹانے کی بنا پر لکھی گئی کے چند اقتباسات اپنی ٹیڈی فیشن رسالی (رسالہ) میں نقل کر کے اپنے برے انجام کو منطقی انجام تک پہنچانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

یہاں پہنچ کر ہم دشمنانِ علماء سے پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حال حاضر جو علم مردود دل ودماغ میں موجود اور جو عمل باطل آپ کے اعضاء وجوارح انجام دے رہے ہیں، یہ شیر مادر میں تو ملا نہیں آخر کسی نہ کسی سے تو حاصل کیا ہی ہوگا۔ ذرا بتائیں کہ جس سے یہ غلاظت حاصل کی ہے اس معدنِ غلاظت اور مخزنِ کثافت کو کس نام سے یاد کریں گے؟

دوسرا یہ کہ تقریباً ہر کوئی یہ فرمانِ رسولؐ اکثر بیان کرتا ہے کہ: اے علیؑ! تجھ سے کوئی بغض نہیں رکھتا مگر ایک وہ جو ولد الزنا ہو۔ یا اگر جس کی ماں حالتِ حیض میں حاملہ ہوئی، یعنی جو حرامزادہ ہے۔ بتایا جائے کہ جو شخص علومِ علیؑ بن ابی طالبؑ کے وارثان کو گالیاں دے رہا ہے وہ کس صف میں شمار ہوگا...... اول میں یا دوم میں؟

رضوی صاحب مذکور نے مخصوص مالی مفاد اور استعمار سے خفیہ اتحاد کو مزید مستحکم کرنے کی خاطر علماء وفقہاء کے خلاف اپنے بغض وعناد کا آغاز مولائے متقیانؑ کے خطبے کے ایک اقتباس سے کیا ہے۔

مولاؑ فرماتے ہیں:

> ''جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لیے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے، پھر وہی مسئلہ بعینہ دوسرے کے ساتھ پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم لگا دیتا ہے''۔

جناب قبلہ مفتی جعفر حسین مرحوم ومغفور نے اس خطبے کی تفسیر وتشریح یوں فرمائی ہے کہ جناب علیؑ نے دو قسم کے لوگوں کو اللہ کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق قرار دیا ہے۔ ایک وہ جو سرے سے اصول وعقائد ہی میں گمراہ ہیں اور گمراہی کی نشرواشاعت میں لگے رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس ورائے سے احکام گھڑ لیتے ہیں اور مُقلّدین کا ایک حلقہ پیدا کر کے ان میں خود ساختہ

شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں۔

کاش! بے چارے رضوی صاحب یا ان کے گمراہ مُرشد کو سوچنے سمجھنے کی رائی برابر توفیق ہوتی تو اس عبارت کو مفہوم و مقصد جانتے لیکن ان کی بدقسمتی کہ اتنی واضح اور روشن باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کلام امامؑ اور مفتی صاحب کی وضاحت پشتو یا سندھی زبان میں ہوتی تو ہم خاموش رہتے کہ بے چارہ پنجابی معذور ہے۔ لیکن اردو ترجمہ کی صورت میں خاموشی گناہ ہے۔

مُصنّف رسالہ مذکور کی صلاحیتوں (نالائقیوں) کا پوسٹمارٹم ابتدائی صفحات میں کر کے ان کے حوالے کر چکے ہیں کہ اس دشمن علوم و علماء نے اپنے نامعقول مرشد کی کتاب کے دو چار صفحات نقل کر کے مُصنّف بننے کا بے تعبیر خوابِ دیکھا ہے۔ جس کی حقیقت ہم پر کھل چکی ہے۔

تقریر علویہؒ کے یہ الفاظ کہ: "وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے" اور دوسرے کے بارے یوں فرمایا: "وہ اس کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے"۔ قبلہ مفتی صاحب کا بیان کہ وہ جو سرے سے اصول و عقائد ہی میں گمراہ ہے اور دوسرے جو قرآن و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس و رائے سے احکام گھڑ لیتے ہیں۔

ادبی قواعد و ضوابط سے نا آشنا لوگوں کو اس طرح سمجھائیں گے کہ اگر کوئی شخص کسی کے بارے یوں کہے کہ وہ اپنی مرضی و منشاء سے سب کچھ کرتا ہے تو کسی تشریح کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا، نہ ہی کسی کے صلاح مشورے اور رائے کا پابند ہے۔ کوئی قاعدہ قانون اس کے نزدیک مُعتبر نہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ بات یا کام کرنے میں اس کی ذاتی رائے اور مرضی کے علاوہ کسی دوسری شے کا دخل نہیں۔

رضوی صاحب! اطلاعاً عرض ہے کہ جو شخص اللہ کے قرآن اور معصومینؑ کے فرمان کو پس پشت اور قیاس کی جست لگا کر دین کی تفسیر بالرائے کرکے اس گمراہ جاہل کو مُجتہد نہیں گدھا کہتے ہیں اور جو کسی گدھے کو مُجتہد سمجھے تکلیف فرمائیں اور ہمیں بتائیں کہ اس گدھے کو کیا کہنا چاہیے۔ ؎

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

جناب امیر علیہ السلام کے کلام کے بعد موصوف جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان یوں نقل کرتے ہیں کہ:

"آپؑ کی خدمت میں کسی نے عرض کی: جناب! باوجودیکہ یہودی عوام اپنی آسمانی کتاب کی اطلاع اپنے علماء کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے نہیں رکھتے تھے تو پھر اللہ نے ان کی اس تقلید کی وجہ سے ان کی اس قدر مذمت کیوں فرمائی ہے؟ (اس کا اشارہ سورہ بقرہ کی ۷۸ ویں ۷۹ ویں آیات کی طرف تھا) کیا یہودی عوام میں اور ہمارے عوام میں جو اپنے علماء کی تقلید کرتے ہیں کوئی فرق ہے؟"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "ہمارے عوام اور یہودی عوام کے درمیان ایک لحاظ سے فرق ہے، اور ایک لحاظ سے برابری ہے۔ وہ یہ کہ اللہ نے ہمارے عوام کی بھی

اسی طرح مذمت فرمائی ہے جس طرح یہودی عوام کی مذمت کی ہے۔لیکن جس لحاظ سے ان کے درمیان فرق ہے وہ یہ کہ یہودی عوام اپنے علماء کی کیفیت سے آگاہ تھے اور اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ مطالب کو بیان کرنے میں جھوٹ سے کام لے رہے ہیں۔ حرام اور رشوت کھا رہے ہیں۔اور اللہ کے احکام کو تبدیل کر رہے ہیں۔انھوں نے اپنی فطرت کے ذریعے اس حقیقت کو بخوبی دریافت کر لیا تھا کہ اس قسم کے لوگ فاسق ہیں۔ اللہ اور اللہ کے احکام کے بارے میں ان کی باتوں کو تسلیم کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اللہ کے رسولوں کے بارے میں ان کی کوئی بات قابل قبول ہے۔اسی لیے اللہ نے ان کی مذمت کی ہے۔اسی طرح اگر ہمارے عوام بھی اپنے علماء سے ظاہر نہ ظاہر فسق و فجور اور سخت تعصب دیکھیں اور انھیں دنیا و مال حرام پر حریص ہوتا دیکھیں پھر بھی جو شخص ان کی پیروی کرے وہ یہودیوں کی طرح ہے۔اللہ تعالیٰ نے فاسق علماء کی پیروی کی وجہ سے ان کی مذمت کی ہے۔پھر آپ نے ارشاد فرمایا: یعنی جو فقہاء اپنی حفاظت کرنے والے، اللہ کے دین کو بچانے والے، اپنی نفسانی خواہشات کے مخالف، اور اپنے مولا کے فرمان کے مُطیع ہوں تو عوام کو چاہیے کہ وہ ان کی تقلید کریں۔

(تفسیر نمونہ موضوعی آیت اللہ مکارم شیرازی پیام قرآن)

اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات کے علاوہ ہر اچھی بری شے کی کوئی نہ کوئی حد ہے۔ جہاں شرافت کی ایک حد ہے وہاں شرارت کی بھی کچھ حدیں ہیں۔علم و آگہی کی حدیں ہیں تو جہالت و حماقت کی بھی کہیں نہ کہیں کوئی آخری حد ہے۔جسے جناب رضوی صاحب اور ان کے بے باک مرشد عبور کر گئے ہیں۔انھیں اتنی بھی خبر نہیں کہ علماء بنی اسرائیل بہت تھوڑی قیمت میں دین فروخت کر دیتے تھے۔اللہ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس تحریف و تخریب کی نشاندہی فرمائی ہے۔اسی کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے عرصہ بعد وہ دین اپنا تشخص کھو بیٹھا اور اب مسخ شدہ صورت میں موجود ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے خوبصورت اور جامع ارشاد فرمایا کہ ہمارے عوام اور یہودی عوام میں ایک لحاظ سے برابری ہے، وہ اس طرح کہ یہودی عوام اپنے تحریفی علماء کے فسق و فجور، حرام خوری اور رشوت خوری کو اچھی طرح جاننے کے باوجود ان کی باتوں پر یقین کر کے عمل بجا لاتے تب ہی تو اس کی مذمت کی گئی۔ کیونکہ فاسق اور دروغ گو کی تقلید مطلقاً حرام و ناجائز ہے۔

اسی طرح اگر آج بھی امت محمدیہؐ سے منسلک اور خصوصاً ملت تشیّع سے وابستہ کوئی شخص کسی فاسق و فاجر، بھتہ خور، خونِ حسینؑ کی تجارت کر کے سادہ لوح کم علم مومنین کی مجبوری سے ناروا فائدہ اٹھاتے ہوئے اور مال بٹور کر اپنی ناپاک رگوں میں خون کی روانی برقرار رکھنے والے گلوکار کے بکواسات کی پیروی، اس کے ساتھ شفقت و مروّت سے پیش آنا، اس کی مجلس و محفل میں بیٹھنا، یا دامے درہمے سخنے اس کی معاونت قطعاً حرام و ناجائز ہے اور ایسا کرنے والا یہودی عوام کی مثل گمراہ ہے۔

محترم رضوی صاحب! آپ اور آپ کے بھٹکاؤ مرشد حق کی گاڑی سے منزل مقصود پر پہنچنے سے

کہیں پہلے سمہ سٹہ کے جنکشن پر اتر چکے ہیں، تب ہی تو آپ کو سجھائی نہیں دے رہا، ورنہ علماء و فقہاء تو ایک عرصہ سے دُہائیاں دے رہے ہیں کہ اصولوں کے حوالے سے عقیدۂ توحید میں شرک کی ملاوٹ ہو یا فروعات میں نماز کے کسی رکن میں کمی بیشی کرنے کا معاملہ بہ نص قرآن و فرمان مُطلقاً حرام و ناجائز ہے۔ ملاوٹ یا دیگر کسی قسم کی ردوبدل میں ملوث ہونے والا ائمہؑ کے نزدیک یہودی عوام سے برابری رکھتا ہے۔

محترم! آپ سمیت ہر کسی کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لینا چاہیے کہ کہیں وہ ان سنگین جرائم کا ارتکاب کر کے اسلام و ایمان کی سرحدوں سے نکل کر یہود و نصاریٰ کی برابری تو نہیں کر رہا؟

امام صادق علیہ السلام نے یہودی عوام اور ہمارے عوام میں برابری کے بدان کے مابین فرق کو بیان کرتے ہوئے آخر میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے جسے صاحب رسالہ نے عالم بے ہوشی میں لکھا بھی ہے (کیونکہ ان کے پیر کی کتاب میں لکھا ہوا ہے) کہ: "یعنی جو فقہاء اپنی حفاظت کرنے والے، اللہ کے دین کو بچانے والے، اپنی خواہشات کے مخالف اور اپنے مولا کے فرمان کے مُطیع ہوں تو عوام کو چاہیے کہ وہ ان کی تقلید کریں۔ (فرمان امام جعفر صادق علیہ السلام)

مزید آگے جناب امام حسین عسکری علیہ السلام کا فرمان لکھتے ہیں کہ لوگوں کو چاہیے کہ فقہاء میں سے جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہو، اپنے دین کی حفاظت کرتا ہو (یعنی اپنے دین پر سختی سے قائم ہو) اپنی نفسانی خواہشات کا غلام نہ ہو اور احکامِ الٰہی کی اطاعت کرتا ہو اس کی تقلید کریں۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: یہ اوصاف معدودے چند فقہاء میں ہیں، سب میں نہیں۔ ساتھ ہی یہ قول معصومؑ بھی نقل کیا ہے کہ: "مومن فقہاء اسلام کا قلع ہیں" جب فقہاء کے پاس دین کا مسئلہ آتا ہے تو وہ قرآن پاک کی آیات حضرت محمدؐ کی احادیث اور حضرت علیؑ اور ائمہ طاہرینؑ کے فرامین سے بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اما محمد باقرؑ سے کسی نے ایک سوال کیا، آپؑ نے اس کا جواب دیا۔ اس نے کہا: فقہاء تو ایسا نہیں کہتے۔ فرمایا: وائے ہو تجھ پر تو نے کبھی فقیہ کو دیکھا ہے۔ اصل فقیہ تو وہ ہے جو تارک الدنیا ہو۔ آخرت کی طرف راغب ہو اور سنت نبیؐ سے تمسک رکھنے والا ہے"۔ (صفحہ ۱۰)

ائمہ طاہرینؑ کے فرامین کی روشنی میں گمراہوں اور بدراہوں کے آسمانِ ظلمت پر چھائے بادل چھٹ کر مطلع صاف ہو جاتا ہے کہ ان بالا صفات سے جو متّصف ہیں ان فقہاء کی تقلید کا ائمہؑ نے حکم فرمایا ہے۔ ہادیانِ حق کے اتنے واضح ارشادات کے باوجود فقہاء اور تقلید کو نشانۂ تنقید بنانے والے یقیناً ایسے ہیں کہ جنھیں اللہ گمراہی میں چھوڑ دے انھیں کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

رضوی صاحب! اب گیند آپ اور آپ کے استاد کی کورٹ میں موجود ہے۔ خود فیصلہ کریں کہ ان فری سٹائل لوگوں کی تقلید صحیح ہے جو بک رہے ہیں کہ لوگوں کا ایک رب ہے ہمارے چودہ رب ہیں، فتوے ایسے کہ نماز کی قضا ہے، عزاداری کی قضا نہیں اور عادتیں ایسی کہ:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مُسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یاان فقہاء کی تقلید صحیح ہے جو اللہ کے قرآن اور چہاردہ معصومینؑ کے فرمان کو سامنے رکھ کر ہمیشہ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ:

"کہتے ہیں وہی بات سمجھتے ہیں جسے حق"

کئی بار عرض کر چکے ہیں کہ مُصنّف رسالہ مذکور بدعقیدگی میں مالامال اور بدنیّتی میں خوشحال ونہال ہیں۔ لیکن فکروشعور کے حوالے سے تنگ دست اور عقل وخرد کے میدان میں خرمست دکھائی دیتے ہیں۔ ملنگانہ نظریات اور قلندرانہ عجائبات سے سرشار کا علماء وفقہاء سے عداوت رکھنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آرہا کہ اپنے گرونانک کی کتاب کی جس عبارت کو نقل کر رہے ہیں وہ خود ان کے دعویٰ کی رد پیش کر رہی ہے، پھر یہ کیونکر لکھ دی؟

منکرین اجتہاد اور دشمنانِ مُجتہدین کا تھوڑا بہت تحریری مواد جو آج تک ہماری نظر سے گزرا اس کے مطالعہ سے ہم نے اخذ کیا کہ ان سوسماروں کی پہلی ترجیح اسلام کے مضبوط و مستحکم قلعے میں شگاف ڈال کرنا معقول اور نامناسب نامحرم جانور اس کے حرم میں داخل کر کے مکتب کے اتحاد و وحدت کا شیرازہ بکھیرنا اور اس کی پاک وپاکیزہ تعلیمات کا جنازہ نکالنا ہے۔ اس قلعہ اسلام (اجتہاد و مُجتہدین) کو غیر محفوظ بنانے اور تشیّع عوام کو علماء وفقہاء سے کوسوں دور سے جانے کے لیے جو تدبیریں اور ترکیبیں زیر استعمال ہیں ان میں سرفہرست یہ ہے کہ سرے سے اجتہاد ہی کا انکار کر دیا جائے۔ یعنی اس نام کی کوئی شے مکتب تشیّع میں موجود ہی نہیں۔ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"۔ اجتہاد اور مُجتہدین کے خلاف بطور دلیل وثبوت ائمہ طاہرینؑ کے وہ فرامین پیش کر دیے جاتے ہیں جو درحقیقت واضح طور پر ان لوگوں کے بارے ہیں جو اللہ کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق ہیں، جو عقائد اصول میں گمراہ اور قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس ورائے سے احکام گھڑ لیتے ہیں اور اپنے مُقلّدین کا ایک حلقہ پیدا کر کے ان میں خود ساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں۔

گستاخانِ فقہاء واجتہاد کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جو بازاری ہے جس کے قلم بکے ہوئے اور ضمیر وافکار خرید لیے گئے ہیں۔ وہ غیروں کی ایجاد کردہ سیاہی سے اپنے نامہ اعمال سیاہ کر رہے ہیں۔ دوسری وہ نادان اور احمق قسم جو ذاتی طور پر اجتہاد کی ابجد سے بھی ناواقف ہے۔ اور اول الذکر قسم اسے مزید گمراہی کی طرف سے جا رہی ہے۔ پہلی چالاک ومکار اور مکتب کش غدار قسم دوسری بے علم و بے خبر قسم کو عملی میدان میں بطور اوزار استعمال کرتی ہے، جو گلی کوچوں میں علماء کرام اور فقہاء عظام کی توہین وتضحیک کرتے نظر آتے ہیں۔

اجتہاد و مُجتہدین پر گفتگو کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے مزید اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ اجتہادی عمل دین اسلام سے کوئی روشن خیال دین نکالنا نہیں بلکہ اللہ کے قرآن اور چودہ کے فرمان کی نورانیت میں دین کو دین ہی رہنے دینا ہے۔ اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے علماء و

وفقہاء جنھیں معاشرہ مُجتہدین کے نام سے شناخت کرتا ہے، ان کا صرف اور صرف ایک ہی مقدس فریضہ ہے کہ دین کے تمام تر مسائل خواہ اصولی ہوں یا فروعی، واجبات ہوں یا مستحبات، انفرادی ہوں یا اجتماعی۔ غرضیکہ ہر ایک کو بدعات وخرافات اور تحریفات و انتقالات کی جھلسا دینے والی دھوپ سے محفوظ رکھنے کیلیے قرآنی آیات اور معصومینؑ کے فرمودات کی چھتری کے آسودہ سائے کے علاوہ کوئی دوسرا پر فریب سایہ قریب نہ آنے دیں، خواہ اس کوشش میں موت ہی قبول کرنی پڑ جائے۔

سب جانتے ہیں کہ ماضی قریب اور حال حاضر میں یہودیانی مزاج رکھنے والوں نے دین کے ستون (نماز) میں پیوندکاری کی اضافی کوشش کی اور ان کے ایک حرامزادے مفتی نے یہ فتویٰ دیا کہ جو تشہّد نماز میں شہادت ثالثہ نہیں پڑھتا وہ "حرامزادہ" ہے، تو علماء حقہ نے قولِ رسولِ مقبولؐ پر عمل کا حق ادا کرتے ہوئے محکم دلائل کے ساتھ اسے مبطل نماز ثابت کر کے عملاً بتلا دیا کہ جب دین وشریعت میں بدعات وخرافات اور من پسند تحریفات ظاہر ہوں تو عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنا علم کھول کر بیان کر دے۔ کئی صدیاں پہلے جب اذان کے ساتھ ایسا سلوک ہوا تو اس وقت بھی ایک غیور مُجتہد نے علم جہاد بلند کیا۔

یہ بھی ایک مُسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن وحدیث کے مطلب ومقصد اور اسرار ورموز کو کما حقہ سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ یہ علماء وفقہا ہی ہیں جنھوں نے اس کام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر کے نہ جاننے والوں کی راہنمائی فرما کر انھیں کچھ جاننے والا بنایا ہے۔

جناب حضرت عیسٰیؑ اور جناب ختمی مرتبتؐ کے درمیان چھ صدیوں کی طویل مسافت ہے، اس طولانی عرصہ میں ہم کسی نبی یا رسول کی خبر نہیں رکھتے اس دوران شریعت عیسوی کے ساتھ جو ناروا سلوک ہوتا رہا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں تو کیا ایسا ممکن ہے کہ دین کو بگاڑنے والے مصروف کار ہوں، دین اور دین داروں کی حفاظت کرنے والے محافظ اور بگڑے تگڑوں کو پند و نصائح کرنے والے ناصح اور ظلمتوں میں بھٹکنے والوں کو روشنی دکھانے والے چراغ آسمان اصلاح سے غائب رہیں۔ یہ ٹیڑھی منطق عقل ماننے کے لیے کسی صورت آمادہ نہیں اور ایسا ہونا عولِ الٰہی کے بھی خلاف ہے کہ شیطان کی شرارتیں رہیں اور ان کا توڑ کرنے والے ناپید ہو جائیں۔ باطل پروروں کے مقابلے میں حق پرستوں کا وجود سنت الٰہیہ ہے جس میں تبدیلی نہیں۔ یقیناً ہر دور میں کوئی نہ کوئی ہادی و مصلح کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے۔ جناب رسالت مآبﷺ کی بعثت سے پہلے توحید پرست موحدین کا موجود ہونا اس حقیقت کو حقیقت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ خود سرورِ کائنات ﷺ کے نکاح خوان (حضرت ابو طالبؑ) کا توحیدی خطبہ تمام میسر دلائل پر ایک نہایت وزنی دلیل ہے۔

تیسری صدی کے آخر تک ائمہ طاہرینؑ اور عوامی رابطے بدستور رہے جو قائم آلِ محمدؐ کی غیبت کبریٰ کے بعد منقطع ہو گئے۔ ان تین صدیوں کا سرسری جائزہ لیں تو واضح نظر آتا ہے کہ معصومینؑ کی موجودگی میں

دین مبین کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا۔ تہمت ہذیان سے لے کر سید الشہداءؑ کے آخری فرمان تک پھر وہاں سے غیبت کبریٰ کے اعلان تک اصول و فروع کی چولیں ہلا کر رکھ دی گئیں خلافت سے لے کر ناخن کاٹنے تک اسلام کے ہر ہر جزو کو قیاس اور شخصی رائے کا میک اب کروا کر عقیدہ و عمل کے بازاروں میں سجا دیا گیا۔

دوسری طرف ائمہ معصومینؑ نے حقیقی دین الٰہی کی کشتی کی بدعات و خرافات کے طوفانوں اور تحریفاتی قزاقوں کے شر اور لوٹ مار سے بچاتے ہوئے کوہِ جودی جیسا بلند و بالا حوصلہ و ہمت، عزم و استقلال، اعلیٰ و اجلیٰ، اُجلا کردار اور صاف و شفاف اخلاق و اطوار رکھنے والے اپنے علوم کے حقیقی وارثان کے حوالے کرتے ہوئے ملت کے نام فرمان جاری فرمایا کہ یہ علماء و فقہاء ہماری طرف سے تم پر حجت نہیں اور ہم ان پر حجت ہیں۔

کس قدر افسوس ناک معاملہ ہے کہ جن عالی قدر شخصیات کی ذاتیات علمی کمالات و درجات، عملی اقدامات و خدمات اور اس راہ میں درپیش تکالیف و مشکلات اور مہمات و خطرات کو مشعل راہ بنا کر کردار سازی کرنا تھی لیکن یہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ ہم پاگل ہیجڑے اور کم عقل چیتھڑے ہاتھوں میں قلم اٹھائے مکتب تشیع میں تحریفات کا گلی ڈنڈا، خرافات کی ڈنڈ پاکی اور بدعات کی کڑبٹی (کبڈی) کھیلتے ہوئے آفاقی ساز و سامان سے آراستہ گلستانِ تشیع کی مہکتی کلیوں، مسکراتے پھولوں اور اٹھتے نونہالوں کو بے بہار کر دینے کے درپے ہیں۔

سید الشہداءؑ حضرت اما حسین علیہ السلام اپنا خون بہا کر اقدارِ دین کی آبیاری نہ فرماتے تو گزشتہ دور کی ساری محنتیں اور کاوشیں دریا برد ہو گئی ہوتیں۔ جناب سید سجادؑ اور جناب زینبؑ ہزاروں میل کی مسافت کی صعوبتیں برداشت کر کے شہر بہ شہر بناء لا اللہ کی ایثار و قربانی کی تشہیر کا فریضہ نہ نبھاتے تو بعید نہ تھا کہ سانحہ کربلا صفحات تاریخ میں مینارۂ نور بن کر سامنے نہ آتا۔ اور اگر آئندہ ائمہ طاہرینؑ اس محافظ دین قصہ کربلا بمعہ قافلہ اسیران کی تبلیغ کے مختلف پہلوؤں کا اپنی اصل حالت میں باقاعدہ تذکرہ کرنے کا اہتمام نہ فرماتے تو کوفہ و شام کے ناخوشگوار اور سوگوار واقعات و حادثات راہ کی دھول میں گم ہو جاتے۔ محض عقیدت نہیں بلکہ زبان حقیقت سے یہ کہنے جا رہے ہیں کہ زمانہ معصومینؑ کے بعد گزشتہ گیارہ صدیوں میں علماء و فقہاء اللہ کا فضل اور توفیق الٰہی جن کے شامل حال رہی اگر اپنا مثالی کردار ادا نہ کرتے تو اندازہ لگانا مشکل ہے کہ دین محمدیؐ کا کیا حشر نشر ہوتا؟

حضرت آیت اللہ الشیخ بشیر حسین نجفی مدظلہ العالی آج کل علیل ہیں

تمام مومنین کرام ان کی صحت و سلامتی کے لیے خصوصی دعا فرمائیں

ابن تیمیہ حرانی کی اہل بیتؑ سے دشمنی

یوں تو نواصب کی تاریخ قدیم ہے یہ فرقہ ہر زمانے میں مسلمانوں کے اندر مختلف روپ دھار کر خفیہ وظاہری ریشہ دوانیوں میں مصروف رہا، لیکن تھوڑے عرصے سے نصب والحاد کا فتنہ وناسور شدت کے ساتھ بڑے پیمانے پر پھیلا ہوا ہے۔ مکتب اہل بیتؑ سے وابستہ محقق علماء نے اپنے اپنے ادوار میں اس فرقے کی خوب بیخ کنی وسرکوبی کی اور اس سلسلے میں مدلل ومسکت اور منہ توڑ ردود ارقام فرمائے ہیں جب ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ منظر عام پر آئی تو شیعہ وسنی علماء حرکت میں آئے اور اس کے رد میں نہایت ضخیم کتب رقم کیں چنانچہ بصرے کے ایک غیور شیعہ مُقتدر عالم علامہ سید محمد مہدی قزوینی نے ''منہاج السنہ'' کے جواب میں بڑی چار جلدیں ''منہاج الشریعہ'' کے نام سے لکھ کر ابن تیمیہ کے دانت کھٹے کر دیئے۔ الحمدللہ کہ یہ کتاب راقم السطور کے ذخیرہ کتب میں مطبعہ علویہ نجف اشرف کی مطبوعہ چاروں جلدیں موجود ہیں۔ ابن تیمیہ میں انتہائی درجہ کی ناصبیت پائی جاتی تھی یہ شخص حضرت علی مرتضیٰؑ اور ان کی اولاد اطہار سے اس قدر عداوت ودشمنی رکھتا تھا کہ ان کی شان اقدس میں توہین وگستاخی کی جسارت کرنے سے دریغ نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ان کی عظمت اور علمی کمالات کے متعلق صحیح ومستند احادیث کو بھی رد کر دیتا تھا

چنانچہ اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ابن تیمیہ کی کتاب ''منہاج السنّۃ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں......وکم من مبالغة للتوهين كلام الرافضى ادته احياناً الى تنقيص على رضى الله تعالى عنه'' اور بسا اوقات وہ (ابن تیمیہ) رافضی (علامہ حلیؒ) کے کلام کو گرانے کے زور میں آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص کا بھی مرتکب ہوا'' (لسان المیزان جلد ۶، صفحہ ۳۲۰، ترجمہ نمبر ۱۱۴۴، طبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۱ھ)

شاہ عبدالعزیز دہلوی ان کی کتاب ''منہاج السنہ'' اور دیگر کتب کے متعلق بڑی صراحت کے ساتھ وضاحت کرتے ہیں: كلام ابن تيمية فى منهاج السنة وغيره من الكتب موحش جداً فى بعض المواضع لاسيما فى تفريط حق اهل البيت وفى زيادة النبى عليه السلام وفى انكار الغوث والقطب والابدال وتحقير الصوفية وامثال ذالك وهذه المواضع منقولة موجودة عندى وقد تصدى لرد كلامه فى زمانه جهابذة علماء الشام والمغرب والمصر ثم ان ابن القيم تلميذه الرشيد قد بالغ فى توجيه كلامه لكن لم يقبله العلماء حتى ان المخدوم معين الدين السندى فى عصر سيدى الوالد اطال رسالة فى رده واذا كلامه مردودا عند علماء اهل السنة فاى طعن يلحقهم فى ذلك فقط،'' ابن تیمیہ کے کلام جو منہاج السنہ وغیرہ کتب میں بعض مقامات

میں بالخصوص اہل بیتؑ کی تفریط یعنی اہل بیتؑ کی تنقیص، نبی اکرم علیہ السلام کی زیارت سے منع کرنا، غوث، قطب اور ابدال کا انکار، صوفیہ کی تحقیر اور اسی طرح بہت باتیں نقل ہوئیں جو میرے پاس موجود ہیں (جن) سے بڑی وحشت ہوتی ہے شام، مغرب اور مصر کے جہابذہ علماء نے ابن تیمیہ کا رد اس کے زمانے میں ہی لکھ دیا تھا۔ پھر ان کے بعد ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم نے ابن تیمیہ کے کلام کی توجیہات بیان کی ہیں لیکن علماء نے ان توجیہات کو قبول نہیں کیا۔ حتی کہ مخدوم معین الدین سندھی نے بھی میرے والد کے زمانے میں ابن تیمیہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا، علماء اہل سنت کے نزدیک ابن تیمیہ کا کلام مردود ہے'' (فتاوی عزیزیہ جلد ۲، صفحہ ۷۸، ۷۹، مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۰۷ء)

اسی طرح مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ نے اپنی تصنیف ''انہاء السّکن الی من یطالع اعلاء السُّنن'' صفحہ ۱۰۱، طبع اشرف المطابع تھانہ بھون انڈیا ۱۹۲۹ء، میں جہاں ابن تیمیہ کا منہاج السنہ میں مشہور حدیث ''رد شمس'' کو موضوع قرار دینے کا ذکر ہے وہاں موصوف اپنی اسی کتاب کے حاشیہ پر بڑی شدومد سے لکھتے ہیں کہ: قلت وممارَدّہ ابن تیمیۃ من الاحادیث الجیاد فی کتابہ "منہاج السنۃ" حدیث ردِّ الشمس لعلی رضی اللہ تعالی عنہ، ولما رأی الطحاوی قد حسنہ واثبتہ، جعل یجرح الطحاوی بلسان ذلق وکلام طلق وایم اللہ ان درجۃ الطحاوی فی علم الحدیث فوق آلاف من مثل ابن تیمیۃ واین لابن تیمیۃ ان یکون کتراب نعلیہ فمثل ہؤلاء المتشددین لایحتج بقولھم الابعد الثبت والتأمل۔ ''میں کہتا ہوں کہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''منہاج السنہ'' میں جید حدیثوں کو رد کیا ہے ان میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے سورج کو لوٹائے کا ذکر ہے اور جب ابن تیمیہ نے دیکھا کہ طحاوی نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دے کر ثابت مانا ہے تو طحاوی پر بڑی تیز زبان اور بے باکانہ کلام سے جرح کرنے لگا۔ خدا کی قسم! علم حدیث میں طحاوی کا درجہ ابن تیمیہ جیسوں سے ہزار ہا درجے بلند ہے ابن تیمیہ تو ان کے جوتوں کی خاک برابر بھی نہیں ہوسکتا، سو، ان جیسے متشدد لوگوں کے اقوال قابل احتجاج نہیں ہیں مگر یہ کہ ثابت ہوجائیں''۔

نیز ظفر احمد عثمانی صاحب نے ابن تیمیہ حرانی کو متشددین میں شمار کیا ہے جیسا کہ اسی کتاب کے صفحہ ۴۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ: والمتشددون من المتاخرین منھم ابن الجوزی مؤلف کتاب الموضوعات ــ والجوز قانی مؤلف کتاب الاباطیل والشیخ ابن تیمیۃ الحرانی مؤلف منہاج السنۃ...... ''متاخرین میں سے ابن جوزی مؤلف کتاب الموضوعات ......اور جوزقانی مؤلف کتاب الاباطیل اور شیخ ابن تیمیہ حرانی مؤلف منہاج السنہ متشدد ہیں''۔ ماضی قریب کے مشہور حنفی عالم علامہ محمد زاہد الکوثری متوفی ۱۳۷۱ھ بڑے درد بھرے الفاظ میں کہتے ہیں: وتبدوا علی کلامہ آثار بغضہ لعلی علیہ السلام فی کل خطوۃ من خطوات تحدثہ عنہ۔'' اور اس (ابن تیمیہ) کے کلام میں جہاں وہ حضرت علی علیہ اسلام کے متعلق بات کرتا ہے قدم قدم پر بغض علیؑ کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔'' (الحاوی فی سیرۃ الامام ابی جعفر الطحاوی صفحہ ۲۶، مطبعۃ الانوار قاہرہ ۱۳۶۸ھ)

ابن تیمیہ کی ناصبیت اس حد تک پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مولانا محمد انور شاہ کاشمیری نے بھی اپنے'' ملفوظات'' جن کے مرتب کاشمیری صاحب کے داماد و شاگرد مولانا احمد رضا صاحب بجنوری ہیں میں واشگاف الفاظ میں

ابن تیمیہ کے اہل بیت اطہارؑ کی شان اقدس میں احادیث صحیحہ کا رد کرنے اور ان کے ناصبی ہونے کا اعتراف کیا ہے (دیکھیے صفحہ ۴۱۳، ناشر جامعہ یوسفیہ بنوریہ اشرف آباد کراچی) آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جو شخص اتنی بڑی جسارت کرتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی مقدس شان میں گستاخی و توہین کا مرتکب ہے تو ان کے پیروکاروں کے متعلق اس سے مدح سرائی کی بھلا کیونکر توقع کی جا سکتی ہے۔ امید ہے کہ دلائل بالا دیکھنے کے بعد ابنِ تیمیہ حرانی کے اندر حضرت علی علیہ السلام سے بغض و عناد میں کسی کو بھی شبہ نہ رہے گا۔ اس تصریح سے ظاہر ہوا کہ اہل بیت اطہار علیہم السلام اور ان کے شیعوں کے خلاف ابن تیمیہ حرانی کے بیاناتِ رکیکہ کو پیش کرنا احمقانہ اقدام ہی نہیں بلکہ ظاہری و باطنی ہر دو بصیرت سے محروم ہونے کی دلیل ہے۔

شعبی عامر بن شراحبیل کی حیثیت:

رہا شعبی کے متعلق، تو اس سلسلے میں ہم نے اپنی کتاب "السیف البارق" میں بڑی شرح و بسط سے وضاحت کر دی ہے البتہ قارئین کے لیے یہاں اس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ اموی حکومت میں شعبی (عامر بن شرحبیل) اعلیٰ عہدوں پر مامور ہوتا رہا مشہور سفاک زمانہ اور بدترین دشمن اہلبیتؑ حجاج بن یوسف اس کو بہت چاہتا تھا اس لیے اپنے دورِ حکومت میں اس کو بہت آگے بڑھایا اور اس کے وظیفہ میں مزید اضافہ کر دیا، حجاج کی طرف سے جو سرکاری وفد اموی حکمران عبدالملک کے پاس بھیجا جاتا اس کی سربراہی شعبی ہی کیا کرتا تھا۔ اموی اور عباسی حکمران، اہلبیتؑ اور ان کے شیعوں کے شدید مخالف تھے ظاہر ہے کہ یہ حکمران اور ان کے حامی شیعہ کے خلاف فتوے دیا کرتے تھے تاکہ لوگ ان کے نزدیک نہ آئیں اور ان سے متنفر ہو جائیں۔ بنو امیہ کی جزوی حکومت کے سبب ناصبیت کا سبب عام تھا۔ شعبی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ شعبی میں بغضِ علیؑ اس قدر انتہا کو پہنچ چکا تھا کہ ایک تابعی حارثؒ بن عبداللہ ہمدانی کی تکذیب محض اس وجہ سے کرتا کہ وہ حضرت علیؑ کی محبت میں انتہا پسند ہے اور دوسروں سے حضرت علیؑ کو افضل قرار دیتا ہے۔ (جامع بیان العلم و فضلہ، جلد ۲، ص ۱۸۹، طبع مصر ۱۹۰۷ء تہذیب التہذیب، جلد ۲، ص ۱۴۷، طبع دکن ۱۳۲۶ھ)

شیخ الفرقۃ المحققہ حضرت علامہ شیخ مُفید رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی کے متعلق واشگاف الفاظ میں لکھا ہے: "ان الشعبی کان مشھوراً بالنصب لعلی و شیعته و ذریته وکان معروفاً بالکذب سکیراً خصیراً مقامراً عیاراً و کان معلماً لولد عبد الملک بن مروان و سمراً للحجاج....." شعبی جو حضرت علیؑ، ان کی اولاد اطہار اور ان کے شیعوں کی دشمنی میں شہرت یافتہ تھا جھوٹ بولنے میں مشہور، نشہ کرنے والا، شراب پینے والا اور قمار باز تھا اور بنی امیہ کے حکمران عبد الملک بن مروان اموی کے بچوں کا استاد اور حجاج بن یوسف کا ہمراز تھا۔ (الفصول المختارہ، ص ۱۰۷، طبع بغداد)

اس نے ائمہ اہلبیتؑ کا زمانہ پایا ہے لیکن یہ اتنا پختہ ناصبی تھا کہ تاریخ شاہد ہے کہ اس نے کسی امام سے حدیث یا کوئی واقعہ نقل نہیں کیا بلکہ اس سے بڑھ کر ستم ظریفی یہ ہے کہ ان ائمہ میں سے ان کے کسی شاگرد سے بھی حدیث لینا گوارا تک نہ کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ان کو ناقابل اعتبار نہ سمجھتا تھا۔

تاتاریوں کی لشکر کشی، خلافت بغداد کا خاتمہ شیعوں پر خلفاء کے مظالم، علقمی پر غداری کا غلط الزام:

سلفی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

''شیعیت نے ہمیشہ اہل اقتدار کے زیر سایہ پروان چڑھ کر آگ وخون کا کھیل کھیلا ہے خلیفہ معتصم باللہ کے وزیر علقمی نے بغاوت کرکے بغداد میں تقریباً سولہ لاکھ افراد قتل کروادیئے ۔تاتاریوں کا یہ ظلم ایک جگر گداز سانحہ ہے'' (ماہنامہ حق چاریار جولائی، ۲۰۱۳ء، صفحہ ۳۲)

سلفی صاحب تاریخ سے بالکل نابلد ونا آشنا ہیں یا ان کا تجاہل ہے اس لیے اصل حقائق کو نظر انداز کر کے انہیں چھپانے کے لیے کوشاں ہیں۔ اسلامی تاریخ ان واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ ملوکیت سے شروع ہو کر مُسلمانوں کی اجتماعی طاقت کے فرنگیوں کے ذریعے مُنتشر ہونے تک ان میں باہمی قتل وغارت اور خونریزی درندوں سے بڑھ کر جاری رہی۔ بھائی بھائی کو بُری طرح قتل کراتا رہا، کسی رشتے ناطے کا لحاظ نہ رکھا گیا۔ جن لوگوں کی مدد سے حکومتیں حاصل کی گئیں، انہیں اور ان کے خاندانوں کو بدترین طریقوں سے صفحہ ہستی سے مٹایا گیا۔ یہ اس حد تک درندے ثابت ہوئے کہ سلفی صاحب کے ہم عقیدہ ایک اموی دور کے ایک سپہ سالار اور گورنر نے فرط مسرت سے بھنگڑے ڈالتے ہوئے قسم کھائی کہ فلاں دشمن اگر میرے ہاتھ سے مارا گیا تو ان کے خون سے چکی چلا کر پسے ہوئے آٹے کی روٹی کھاؤں گا۔ جب اس شخص پر دسترس حاصل کر لی تو اسے بڑی بے دردی سے ذبح کر کے اس کے خون سے آٹا گندھوایا اور اس کی روٹی پکوا کر کھائی چنانچہ مورخ ابن جریر طبری ان دردبھرے الفاظ میں لکھتے ہیں کہ :ان یزید لما صالح اهل طبرستان قصد لجرجان اعطی الله عهدالئن ظفر بهم ان لا یقلع عنهم ولا یرفع عنهم السیف حتی یطحن بدمائهم ویختبز من ذالك الطحین ویاکل منه ''پھر جب یزید بن مہلب نے اہل طبرستان سے صلح کرلی تو جرجان کا قصد کیا اور اللہ تعالی سے عہد کیا کہ اگر ان پر فتح پائی تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا اور انہیں تہ تیغ کرے گا حتی کہ ان کے خون سے پسے ہوئے آٹے کی روٹی پکائے گا اور اس سے کھائے گا'' بعد ازاں لکھتے ہیں :فکان الرجل من المسلمین یقتل الاربعة والخمسة فی الوادی واجری الماء فی الوادی علی الدم وعلیه ارحاء لیطحن بدمائهم ولتبرّیمینه فطحن واختبز واکل 'مُسلمانوں میں سے ہر شخص چار پانچ قیدیوں کو قتل کرتا، وادی میں خون پر پانی بہایا گیا اس خون ملے پانی سے چکیاں چلیں، جس سے آٹا پیسا گیا، روٹی پکائی گئی اور یزید بن مہلب نے وہ روٹی کھائی۔ (تاریخ طبری ج۸، ص۱۲۴، ۱۲۵ حوادث ۹۸ھ، المطبعة الحسینیة مصر طبع اول)

مُسلمان جو ہوا، قسم پوری نہ کرتا تو گناہ گار ہو جاتا۔

جذبہ انسانیت تھا اس قدر سہما ہوا
دوستوں کی مہربانی سے بھی ڈر جاتے تھے لوگ

عباسی دور میں بھی اس سے کچھ کم درندگی کے مظاہرے نہیں ہوئے ولی عہدیوں کے سلسلے میں مسلسل بد عہدی، غداری اور بھائیوں بھتیجوں کا قتل ایک عام مشغلہ تھا عیش وعشرت کے جملہ وسائل شراب وشباب، رقص وسرور، راگ رنگ کی محفلیں سجتی تھیں اور بے حیائی کے مظاہر ہوتے تھے۔ شیعہ اور علوی فاطمی سادات تو ہر طرح سے غضب کا نشانہ بنے ہوئے تھے اس لئے کہ وہ ان منافقین ظالم درندوں کی حکومت کو غاصبانہ قرار دیتے اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو عالم اسلام کے اصل رہنما اور امیر المؤمنین مانتے تھے۔ بہرحال یہ ایک دردبھری طویل داستان ہے جس کے لئے ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی۔

بغداد پر تاتاری حملے سے قبل شیعوں پر مظالم:

پروفیسر حافظ اصغر اسعد اور ڈاکٹر غلام جیلانی مخدوم نے تاریخ اسلام کی متعدد کتب سے مناسب حصے منتخب کر کے "تاریخ اسلام" مرتب کی، اس میں لکھتے ہیں کہ ......ابو احمد عبد اللہ المعتصم باللہ کے خطاب سے تخت خلافت پر رونق افروز ہوا۔ یہ خلیفہ کمزور اور عیش پسند تھا۔ اس کے عہد میں ملک کے اندر باہر شورش وفتنہ بپا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا خاندان ہمیشہ کے لئے خلافت حکومت سے محروم ہوگیا۔ خاص بغداد میں حنفیوں اور حنبلیوں کے جھگڑوں نے، دوسری طرف بغداد کے مغربی مضافات کرخ کے شیعہ اور سنیوں کے تنازعات اور فسادوں اور سب سے بڑھ کر متولین اور امراء پر بدمعاشوں اور لچوں کے دردوں نے ایوان حکومت کے سنگ بنیاد کو ہلا دیا اور معتصم کی زندگی کو حرام کر دیا۔ اپنے باپ کی فوج کو موقوف کر کے اس نے اور جلتی پر تیل ڈالنے کا کام کیا۔ شیعہ اور سنیوں کی لڑائیوں سے تنگ آکر اس نے اپنے بیٹے ابوبکر اور اپنے سیکرٹری کو کرخ کے مضافات کو منہدم کر دینے اور شیعوں کو غلام بنا لینے کا حکم دیا۔ اس حکم سے مؤید الدین محمد بن العلقمی وزیر جو شیعہ تھا کو سخت دکھ ورنج پہنچا اور بیان کیا جاتا ہے کہ شیعوں کا انتقام لینے کے لئے اس نے مغلوں کو بغداد کی طرف بلایا عرب مؤرخ ابن خلدون، ابوالفداء، مقریزی اور سیوطی اس وزیر کو نمک حرام لکھتے ہیں اور امیر خوند اور وصاف (وصاف نے ایک مغل کے زیر سایہ تاریخ لکھی تھی) ان کی تائید کرتے ہیں۔ صرف رشید الدین (مصنف جامع التواریخ) اس کو نمک حلال اور شاہی خاندان کو آنے والی مصیبت سے بچانے کا خواہاں بتاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے بادشاہ خود نالائق تھا وزیر کیا کر سکتا تھا۔۔ (تاریخ اسلام ص ۴۷۵، ۴۷۶ طبع لاہور)

ملک کے اندر وباہر جس شورش کا تذکرہ تاریخ میں کیا گیا ہے، وہ کس شخص کی بپا کی ہوئی تھی؟ یہ شورش شیعوں نے نہیں بلکہ ناصبیوں نے بپا کر رکھی تھی ہر طرف سلاطین نے علاقوں پر قبضے جمائے ہوئے، خود مختاری اور اپنی سلطنت کا اعلان کیا ہوا تھا۔ جو زبردست ہوتا بغداد کے خلیفہ سے خلعت سلطانی حاصل کر لیتا اور خلیفہ کو رشوت کے طور پر کچھ رقم اور تحفے بھیج دیتا۔ یہ قسمت آزمائی یا زور آمائی ہر طرف جاری تھی۔ خلیفہ کمزور اور عیش پسند تھا تو سوال یہ ہے کہ اسے کس نے کمزور کیا تھا؟ اہل سنت والجماعت کے مفتی وفقہا اور امراء کہاں تھے؟ اسے تقویت کیوں نہ پہنچائی؟ اور عیش پسندی تو ان سب خلفاء کی "خاص ضرورت" تھی۔ ناچ گانا، رقص وسرور، شراب وشباب محلات ومغنیات، مسخرے اور قصیدہ گو شعراء درباروں میں جمع رہتے، محفلیں سجتی تھیں اور عوام کا مال بیدردی سے ان فحش وبیہودہ کاموں پر خرچ ہوتا تھا۔ اموی وعباسی سب اس حمام میں ننگے تھے۔

بغداد میں حنفیوں اور حنبلیوں کو کون لڑاتا تھا؟ یہ شیعوں کی سازش نہ تھی بلکہ ان لوگوں کے باہمی اپنے مذہبی تعصبات تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: وفيها كانت فتنة عظيمة ببغداديين بين الرافضة واهل السنة، فنهب الكرخ ودور الرافضة حتى دور قرابات الوزير ابن العلقمی۔ "اس سال (۶۵۵ھ) بغداد میں رافضیوں اور اہل سنت کے مابین عظیم فتنہ بپا ہوا، چنانچہ کرخ (شیعوں کی آبادی کا علاقہ) اور رافضیوں کے گھر لوٹ لئے گئے حتی کہ وزیر ابن العلقمی کے قریبی رشتہ داروں کے گھر بھی لوٹ لئے گئے
(البدایہ والنہایہ ج ۱۳، ص ۱۹۶، طبع مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۵۱ھ)

اس ناصبی وشیعہ تنازع میں خلیفہ نے ناصبیوں کا

ساتھ دیا اور شیعوں کو کافر گردان کر غلام بنا لینے اور ان کے گھر لوٹنے اور گرا دینے کا حکم دیا، عورتوں کو باندیاں بنایا۔ اس مقصد کے لئے اپنے بیٹے ابوبکر کو متعین کیا۔ اگر رافضی وزیر کے ہاتھ میں ''تمہارا خلیفہ'' کٹھ پتلی تھا تو اس وزیر کے ہم مسلک لوگوں کو کافر قرار دے کر قتل وغارت کا نشانہ کیوں بنایا؟ حتی کہ اس کے رشتہ داروں کو بھی مروا دیا۔ شیعہ مسلمانوں کے ناحق خون سے کھیلی گئی اس ہولی کے خونیں چھینٹے ہر جگہ بکھرے ہوئے نظر آرہے تھے اور پکار پکار کہہ رہے تھے۔

وہ آبدیدہ بیٹھے ہیں بے دم کی لاش پر
اب پانی لے کر آئے ہیں جب پیاس مرگئی

سلفی صاحب جو آپ نے تحریر فرمایا ہے یہ سب جھوٹے قصہ گو اور خلفاء کے درباری خوشامدیوں اور بادشاہوں کی گھڑی ہوئی کہانیاں ہیں۔ اپنی بدکرداری نالائقی اور ظلم وستم کو چھپا کر الزام شیعوں پر لگا دیتے تھے تا کہ ہم عوام کے ہاں خاص نیک بندے ثابت ہو جائیں لیکن سچ ملزم کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے۔ آگ وخون کا کھیل شیعہ نے نہیں بلکہ نواصب نے کھیلا ہے اور آج تک بربریت ومظالم کی خونی داستان رقم کر رہے ہیں دور نہ جائیے آپ صرف سوات، وزیرستان، قہستان، کوئٹہ، صوبہ پنجاب اور شام کو ہی دیکھ لیجئے کہ جس میں انسانی خون سے بھری ندیاں ابھی تک نوحہ کناں ہیں۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

بہت سے سنی امراء وسلاطین بغداد پر حملے میں ہلاکو خان کے مددگار تھے: حافظ ابن کثیر ۶۵۶ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں: وجاءت الیھم أمداد صاحب الموصل لیساعدونھم علی البغاددۃ میرتہ وھدایاہ وتحفہ وکل ذالک خوفا علی نفسہ من التتار و مصانعۃ لھم قبحھم اللہ تعالی۔ ''موصل کے سلطان کی امداد بغداد والوں کے خلاف تاتاریوں کے پاس پہنچ گئی، اشیاء خورد ونوش، ہدیے اور تحفے بھی ساتھ لائے۔ یہ سب کچھ تاتاریوں کے خوف اور ان کی خوشامد سے کر رہے تھے اللہ تعالی ان کو رسوا کرے۔'' (البدایہ والنہایہ جلد ۱۳، ص ۲۰۰، سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد ۲۳، ص ۱۸۱)

تاتاری لشکر کا محاصرہ بغداد اور خلیفہ کی عیش وعشرت میں مشغولیت:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: واحاطت التتار بدار الخلافۃ یرشقونھا بالنبال من کل جانب حتی اصیبت جاریۃ کانت تلعب بین یدی الخلیفۃ تضحکہ وکانت من جملۃ حظایاہ وکانت مولاۃ تسمی عرفۃ جاءھا سھم من بعض الشبابیک فقتلھا وھی ترقص بین یدی الخلیفۃ فانزعج الخلیفۃ من ذالک وفزع فزعا شدیدا واحضر السھم الذی اصابھا بین یدیہ فاذا علیہ مکتوب اذا اراد اللہ انفاذ قضاء وقدرہ اذھب من ذوالعقول عقولھم فامر الخلیفۃ عند ذالک بزیادۃ الاحتراز وکثرت الستائر علی دار الخلیفۃ ''تاتاریوں نے دار الخلافہ کو گھیر لیا، اس پر ہر طرف سے تیر اندازی کر رہے تھے حتی کہ اس لونڈی کو ایک تیر جا لگا جو خلیفہ کے سامنے ناچ رہی تھی اور خلیفہ کو ہنسا رہی تھی، یہ لونڈی اس خلیفہ کی محبوباؤں میں سے ایک تھی یہ مولاۃ (غیر عرب) تھی اس کا نام عرفہ تھا کسی کھڑکی سے آکر تیر اس کے جسم میں پیوست ہوا اور اسے قتل کر دیا، اس وقت یہ لونڈی خلیفہ کے سامنے رقص کر رہی تھی اس سے خلیفہ صاحب بے قرار ہو گئے اور شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے وہ تیر ''خلیفۃ المسلمین'' کے سامنے پیش کیا گیا جو اس لونڈی

میں پیوست ہوا تھا۔ اس پہ یہ لکھا ہوا تھا کہ جب اللہ اپنی قضاء وقدر نافذ کرنا چاہتا ہے تو عقل والوں سے ان کی عقل سلب کر لیتا ہے، اس پر خلیفہ نے حکم دیا کہ زیادہ بچاؤ کیا جائے تب دارالخلافہ پر کثیر تعداد میں پردے لگا دیئے گئے۔" (البدایہ النہایہ جلد ۱۳، ص ۲۰۰)

اسی سلسلے میں ابن کثیر نے مزید اسباب و واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :وکان قدوم ھلاکو خان بجنودہ کلھا الی بغداد وھو شدید الحنق علی الخلافۃ بسبب ماکان تقدم من الامر الذی قدرہ اللہ وقضاہ وانفذہ امضاہ وھوان ھلاکو لما کان اول بروزہ من ھمدان متوجھا الی العراق اشارالوزیر مؤیدالدین محمد بن العلقمی علی الخلیفۃ بأن یبعث الیہ بھدایا سنیۃ لیکون ذالک مداراۃ لہ عما یریدہ من قصد بلادھم فخذل الخلیفۃ عن ذالک دو یدارہ الصغیر ایبک وغیرہ وقالوا ان الوزیر انما یرید بھذا مصانعۃ ملک التتار بما یبعثہ الیہ من الاموال واشاروا بان یبعث بشیء یسیر فارسل شیئا من الھدایا فاحتقرھا ھلاکو خان وارسل الی الخلیفۃ یطلب منہ دو یدارہ المذکور وسلیمان شاہ فلم یبعثھما الیہ ولا بالا بہ حتی رزف قدومہ ووصل بغداد بجنودہ الکثیرۃ الکافرۃ۔۔۔" "ہلاکو خان کا اپنی تمام افواج کے ساتھ بغداد کی جانب کوچ۔ درحالانکہ وہ خلیفہ پر سخت غضبناک تھا۔ اس سبب سے تھا کہ جو امر اللہ تعالی نے مقدر کر دیا تھا اس کی قضاء جاری ہو چکی تھی۔ وہ یہ کہ جب ابتداء میں ہلاکو خان ہمدان سے عراق کی جانب روانہ ہوا تو وزیر مؤید الدین محمد بن علقمی نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ بیش بہا تحائف ہلاکو خان کی طرف بھیج دیئے جائیں تاکہ اس طرح اس کو خوش کر دیا جائے اور وہ ہمارے شہروں پر حملے کا ارادہ ترک کر دے لیکن خلیفہ کے دویدار صغیر ایبک اور دوسرے (امراء ومشیروں) نے اس مشورہ پر عمل سے روک دیا۔ انہوں نے یہ کہا کہ وزیر (علقمی) تاتاری بادشاہ کو اتنا زیادہ مال رشوت دے کر خوش کرنا چاہتا ہے۔ اس کے برعکس انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ تھوڑا مال بھیجا جائے۔ خلیفہ نے (ان کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے) تھوڑا مال تحفہ کے طور پر بھیجا۔ ہلاکو خان اسے حقیر سمجھا اور خلیفہ کو لکھا کہ اپنے دویدار مذکور اور سلیمان شاہ کو میرے پاس بھیج دو۔ خلیفہ نے انہیں ہلاکو خان کے پاس بھیجا اور نہ ہی انہوں نے اس کی پرواہ کی۔ یہاں تک کہ ہلاکو خان نزدیک آگیا اور اس کی کثیر کافر افواج بغداد پہنچ گئیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱۳، ص ۲۰۰)

اگر خلیفہ معتصم باللہ اپنے وزیر علقمی کا مشورہ مان لیتا تو تاتاریوں کے ہاتھوں قتل وغارت گری نہ ہوتی۔ علقمی نے ہلاکو خان کے تباہ کن حملے سے بچنے کا مخلصانہ مشورہ دیا تھا لیکن خلیفہ نے ان کا مشورہ مسترد کرتے ہوئے دوسرے اپنے درباریوں ایبک وغیرہ امراء وعہدداروں کا مشورہ قبول کر لیا اس طرح انہوں نے خلیفہ کو غلط مشورہ دے کر پھنسایا، تمام مسلمانوں کو مروایا، اپنی ہی حماقت سے تباہی بغداد پر کھینچ لائے چنانچہ اس طرح اپنے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھے میں گرے۔ علقمی تو انہیں ہلاکو خان کے حملے سے بچانا چاہتا تھا لیکن ان احمقوں نے عذاب الٰہی کو خود دعوت دی۔ علامہ ذہبی کے مطابق موصل کے حکمران لؤلؤ اور اربل کے متولی ابن صلانے بھی خفیہ طور پر معتصم باللہ سے خط وکتابت کی اور جیسا کہ علقمی نے مشورہ دیا تھا ایسا ہی خیرخواہانہ مشورہ دیا لیکن اس نے ان کی بات بھی نہ مانی تب لؤلؤ نے اپنے آپ کو تاتاریوں سے بچانے کے لیے اپنا لشکر ہلاکو خان کی حمایت کے لیے اپنے بیٹے ملک صالح کی

قیادت میں بھیجا (سیر اعلام النبلاء جلد ۲۳، ص ۱۸۱) ان نا قابل تردید حقائق سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ معتصم باللہ اپنے وزیر علقمی کا نہیں بلکہ ناصبی امراء کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی اور ان آکہ کار تھا جب جانتے تھے کہ ہلاکو خان کی طاقت کے سامنے ٹھہرنا اور مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے تو عیاش خلیفہ کو کیوں ایسا مشورہ دیا کہ جس سے ہلاکو خان کا غیظ وغضب مزید بھڑک اٹھا؟ اب یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ خود نواصب نے غداری کی، اپنے ہی خلیفہ اور اپنے ہم مسلک مُسلمانوں کو مروایا۔ ہمیشہ سے یہی غدار رہے ہیں لیکن حکومتی طاقت اور اکثریت کے بل بوتے پر پروپیگنڈہ ہمیشہ شیعوں کے خلاف کرتے رہے بلکہ قتل وغارت اور ہر طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بھی بنتے رہے۔ حافظ ابن کثیر نے انہی واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنواسرائیل پر بھی بیت المقدس میں بھی ایسے ہی بلا نازل ہوئی تھی جیسی اہل بغداد پر ہوئی۔ علقمیؒ اور شیعہ غدار نہ تھے بلکہ چنگیز خان اور ہلاکو خان کی صورت میں غداران اسلام پر الٰہی عذاب تھا چنانچہ معروف صحافی ہارون الرشید جو "جنگ اخبار" میں کالم لکھا کرتے ہیں کیا کہہ رہے ہیں ان کی زبانی سنیے: "بیسویں صدی کے عظیم ترین شاعر اور فلسفی نے جو ایک مصرع میں بیان کر دیا تھا کہ چنگیز خان، ہلاکو خان اور تیمور ایسے فاتحین اللہ تعالیٰ کے نشتر ہیں جو سزا کے طور پر مُسلّط کیے جاتے ہیں ایک ممتاز محدث نے کہا تھا کہ مشرق وسطیٰ میں تاتاری جب مُسلمانوں کا قتل عام کر رہے تھے تو انہوں نے فرشتوں کی آوازیں سنیں، مارو! ان منافقین کو، مغل اقتدار کا آخری برسوں میں حال یہ تھا کہ کنیز کے لیے چالیس روپے ہی کا لباس سلوایا جاتا جو شب بھر استعمال کرنے کے بعد ضائع ہو جاتا، چالیس روپے ہی میں ایک مکان خرید ا جا سکتا تھا، اورنگ زیب عالم گیر نے جب یہ کہا کہ امراء میں سے وہ اپنے اور قاضی القضاۃ کے سوا کسی کو نہیں جانتا جو بادہ نوشی کا عادی نہ ہو، تو چند دن بعد قاضی صاحب کی درخواست موصول ہوئی کہ بوڑھا آدمی ہوں دفتری اوقات میں بھی الکحل استعمال کرنے کی اجازت دی جائے"۔ (روزنامہ جنگ، راولپنڈی اگست ایڈیٹورل صفحہ لوئر ہاف) جناب سلفی صاحب ودیگر خدامی حضرات! آپ نے اچھی طرح ملاحظہ کر لیا کہ فرشتے ان منافقین کے قتل کا حکم دے رہے تھے یہ غداران اسلام گروہ منافقین ہی تھا جن کے ہلاک ہونے پر آپ علقمیؒ کو الزام دے رہے ہیں حکمرانوں کے اسلام اور ان کے عہدیداروں کی بدکرداری وشرابی نوشی اور عیاشی بھی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ پس ان ناقابل تردید حقائق سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مستعصم باللہ اپنے وزیر علقمیؒ کا نہیں بلکہ نواصب کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی اور ان کا آکہ کار تھا جب وہ جانتے تھے کہ ہلاکو خان کی طاقت کے سامنے ٹھہرنا اور مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے تو آپ کے عیاش خلیفہ کو کیوں ایسا مشورہ دیا کہ جس سے ہلاکو خان کا غیظ وغضب مزید بھڑک اٹھا؟

شام میں جہاد النکاح کا فتویٰ:

بعد ازاں سلفی صاحب یوں گوہر افشانی کرتے ہیں "آج بھی ملک شام میں نصیری شیعوں کے ہاتھوں ظلم کا بازار گرم ہے" (ماہنامہ حق چاریار جولائی، ۲۰۱۳ء، صفحہ ۳۲) عقل کے ناخن لیں اسلام دشمن طاقتوں خاص کر امریکہ کے ہاتھوں شام میں ظلم وبربریت اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے بشار الاسد کی طرف سے دفاع ہو رہا ہے آپ عالمی خبروں پر نظر رکھیں آپ کو اصل حالات معلوم ہو جائیں گے صرف شیعہ دشمنی میں سچے واقعات کو جھٹلانے کی کوشش نہ کریں۔ اس حقیقت سے آپ اچھی

طرح باخبر ہیں کہ شام میں بشار الاسد کی حکومت کے خلاف دو سال سے جاری بغاوت ایک جنگ کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے جس میں حصہ لینے کے لیے طالبان اور القاعدہ سمیت کئی تنظیمون کے جنگ جو شام کا رخ کر رہے ہیں۔ اسلامی شریعت کا قانون کا یہ ہے کہ جنگ میں صرف مرد حضرات ہی جا سکتے ہیں خواتین کو اجازت نہیں ہے کہ وہ مردوں میں جا کر جنگ کریں مگر گزشتہ دنوں ایسی موثق اطلاعات منظر عام پر آئیں اس جنگ میں حصہ لینے کے لیے خواتین نے بھی شام کا رخ کیا ہے تاکہ بشار الاسد حکومت کے خلاف باغیوں کو اپنی خدمات پیش کر سکیں۔ مُسلمان خواتین کے اس بغاوت میں حصہ لینے کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب ایک عرب ملک سے تعلّق رکھنے والے ایک مفتی نے یہ فتوی جاری کیا کہ ''شام میں بشار الاسد حکومت کے خلاف جاری جنگ میں عورتوں کا بہترین جہاد یہ ہے کہ وہ اس جہاد کے لئے شام کا رخ کریں اور جہاد میں شریک مردوں سے ''جہاد النکاح'' کے لیے رجوع کریں جس کے صلے میں انہیں جنت ملے گی'' بلکہ تم یہ کہ ایک تکفیری مفتی شیخ ناصر العمر نے یہ فتوی دیا کہ شام میں جہاد النکاح میں محرم افراد بھی شامل لیے جائیں اور شام میں لڑنے والے افراد اپنے محرموں سے جنسی تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔ اس نام نہاد فتوی کے بعد کئی مسلمان لڑکیوں کو ''جہاد النکاح'' شام میں بھیجے کا سلسلہ شروع ہوا۔ تیونس سے مُتعدّد لڑکیوں کو اس فتوے کے نام پر شام بھجوایا گیا تیونس کے وزیر داخلہ نے ''جہاد النکاح'' کے نام پر شام بھجوائی جانے والی لڑکیوں کی صورت حال کو افسوس ناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان لڑکیوں کو جنگ جو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے رہے اس وقت تک مُتعدّد مُسلمان خواتین ''جہاد النکاح'' فتوے کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ اب تو آپ کے تکفیری مفتیوں نے شام کے لیے ''جہاد اللواط'' کا فتویٰ بھی صادر کر دیا ہے۔ اگر چہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے بہت کچھ وسائل تحقیق ایک ہی چھت کے نیچے مہیا کر دیئے ہیں لیکن کیا سلفی صاحب نے کبھی ان سے استفادہ کر کے حقائق تلاش کرنے کی کوشش کی ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ جو لوگ ملکی وبین الاقوامی جاسوس اداروں کے دانستہ یا نادانستہ آلہ کار بن کر مُسلمانوں میں افتراق وانتشار کے ذریعے امتِ مُسلمہ کو مزید کمزور کرنے کی سازش میں شریک ہوں، انہیں حقائق کی تلاش سے کیا غرض؟ وہ قدم قدم پر تحریف اور خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (جاری ہے)
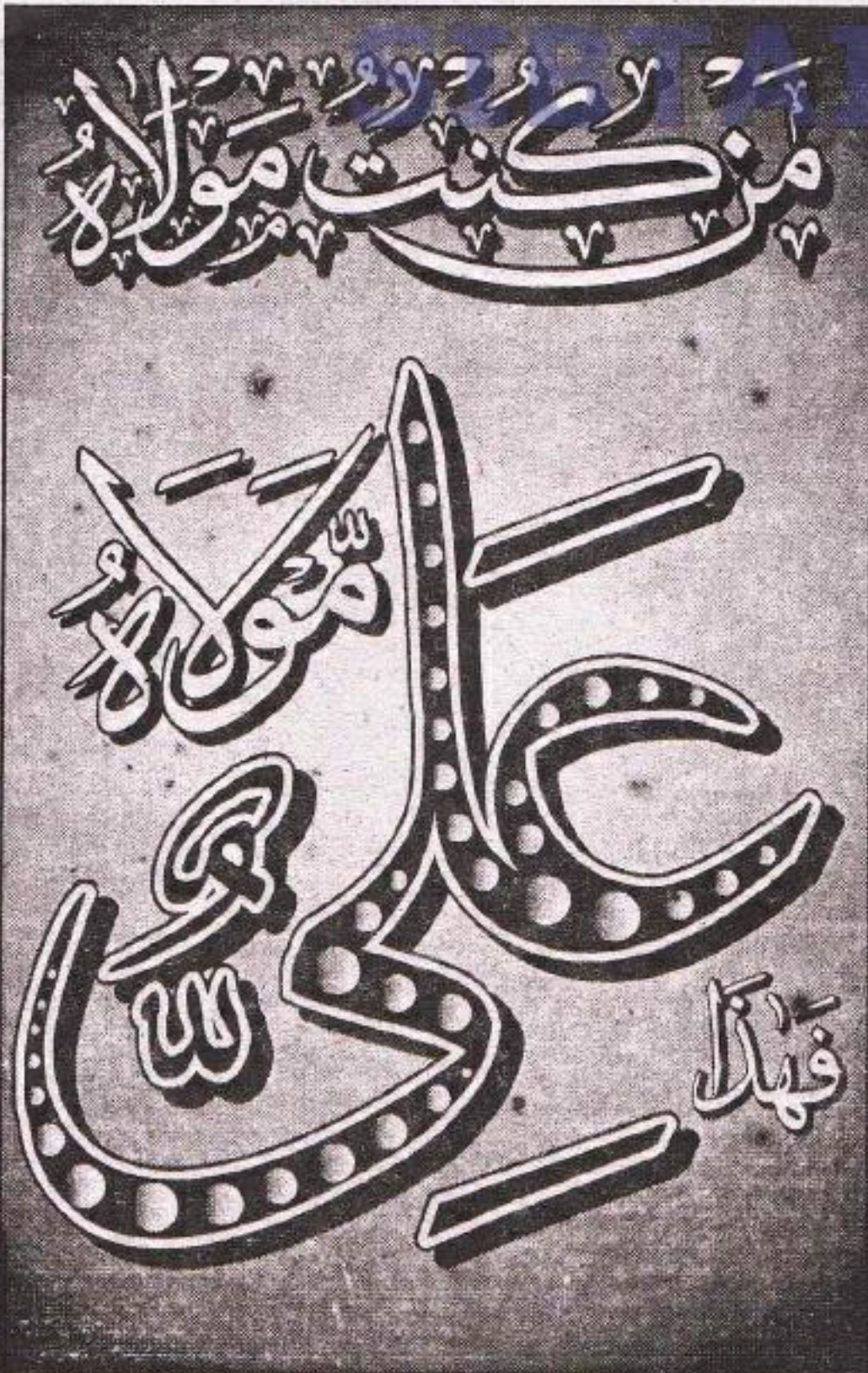
تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بی بی کی جلالت قدر کی انتہا

بی بی عالم کی عظمت و جلالت کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جو بعض اخبار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ جب بی بی عالم اپنے بھائی امام حسینؑ کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتیں تو امام عالی مقام ان کا اٹھ کر استقبال فرماتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے تھے۔ (کتاب زینب الکبریٰ صفحہ ۲۹ طبع نجف اشرف)

ایمان باللہ و توکل علی اللہ

ویسے تو بی بی عالم کی تمام زندگی اور اس کا ایک ایک لمحہ ان کے ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے مگر اس کا سب سے عمدہ عملی مظاہرہ اس وقت ہوا جب شہادتِ حسینؑ کے بعد مخدراتِ عصمت و طہارت کو اسیر کر کے وہاں سے گزارا گیا جہاں سید الشہداءؑ کی نعش مطہر مع اعزا و انصار کی لاشہائے مقدسہ کے بے گور و کفن تپتی ہوئی ریت پر خاک و خون میں غلطاں پڑی ہوئی تھی۔ اس وقت اگر کوئی رستم زماں بھی ہوتا تو یہ جانگداز منظر دیکھ کر اس کا زہرہ آب ہو جاتا۔ مگر امام الصابرینؑ کی بہنؑ نے پورے صبر و ثبات اور یقین و اعتماد کے ساتھ بارگاہِ قدرت میں دست دعا بلند کر کے یوں عرض کیا: "الھی تقبل منا ھذا القربان" بارِ الٰہا! اپنے دین کے تحفظ کے سلسلہ میں ہماری یہ قربانی قبول فرما۔ (مقتل الحسین صفحہ ۳۶۷)

بی بی عالم کا یہ قول و فعل آپؑ کے معرفت الٰہی اور توکل علی اللہ کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کی بین دلیل ہے۔ ایسی جاں گسل مصیبت کے وقت تسلیم و رضا کے یہ کلمے بطلہ کربلا ہی فرما سکتی تھیں۔

جناب زینبؑ کی امام حسینؑ سے محبت و الفت

جناب زینب عالیہ کو بچپن سے ہی اپنے بھائی حسینؑ سے جو بے پناہ محبت تھی اور آخر دم تک رہی، اس کی مثال اس عالم رنگ و بو اور دنیائے نفسا نفسی میں بہت کم ملے گی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپؑ کی امام حسینؑ سے محبت و الفت کی یہ کیفیت تھی کہ جب آپؑ نماز کا قصد فرماتیں تو پہلے حضرت سید الشہداءؑ کے روئے اقدس کو دیکھ لیا کرتی تھیں۔ یہی دلی محبت تھی جس نے آپؑ کو مجبور کیا کہ گھر بار، آل اولاد، امن و راحت کو خیرباد کہیں اور اپنے عزیز بھائی کے ساتھ سفر پر خطر اختیار کریں۔ روزِ عاشوراء اور بعد شہادت حسین قید و دربدری، صحرانوردی کے وہ شدید مصائب برداشت کریں جو اگر پہاڑوں پر پڑتے تو ریزہ ریزہ ہو جاتے اور پھر ان بلاؤں و

مُصیبتوں کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کریں۔ بقول صاحب طراز المذہب کسی نبی یا ولی کی ذریت سے کسی بھی بی بی پر ایسے مظالم و مصائب نہیں وارد ہوئے جو جناب زینبؑ پر گزرے اور نہ کسی بی بی نے ایسے شدید مصائب واقع ہونے پر اس طرح صبر و شکر اور حکم کا مظاہرہ کیا جو آپؑ نے کیا۔

(سیرت جناب زینبؑ صفحہ ۲۲)

واقعہ کربلا میں شریکۃ الحسین کا حصہ

شہادت امامؑ کے بعد بعض ایسے جگر خراش اور دلدوز واقعات درپیش آئے کہ امام زین العابدینؑ ایسے بزرگوار کے ہاتھوں سے زمام صبر و شکیبائی چھوٹنے لگی مگر اس مجتمہ صبر و ثبات بی بی نے امامؑ کو تسلی اور دلاسا دیا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل سابقاً گزر چکی ہے۔ بہر حال یہ بات اہل انصاف کے نزدیک مسلم الثبوت ہے کہ واقعہ کربلا کی تصویر میں رنگ عقیلہ بنی ہاشمؑ جناب زینب عالیہؑ نے بھرا ہے۔ اور اس پیکر میں روحِ حیات جاودانی بنت علیؑ کے بازار و دربار کوفہ و شام میں عدیم النظیر خطبات نے ڈالی ہے۔ اور خوابِ غفلت میں سوئی ہوئی دنیا کو اس خواب گراں سے بی بی عالم کی اسیری نے بیدار کیا ہے۔ اور مظلوم کربلا کی مظلومیت و حقانیت کا یگانوں اور بیگانوں سے اقرار بنت زہراءؑ نے کرایا ہے اور امامؑ کی شہادت کو چار چاند اسی نواسی رسولؐ نے لگائے ہیں۔

حد ہوگئی کہ یزید ایسے ظالم کے دارالحکومت دمشق میں مظلوم بھائی کی پہلی مجلس عزا اور ماتم برپا کرنا بھی آپؑ کا ہی زریں کارنامہ ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں بلا خوف رد کہا جا سکتا ہے کہ آپ صحیح معنوں میں شریکۃ الحسینؑ ہیں۔

وفات حسرت آیات اور مدفن شریف

جناب زینب عالیہؑ کی تاریخ وفات میں بہت اختلاف ہے۔ ہاں اس قدر مُسلّم ہے کہ رہائی کے بعد جناب بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہیں، اور بھائی اور دیگر اعزہ کے غم میں گھل گھل کر بہت جلد دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف انتقال کر گئیں۔

صاحب زینب کبریٰ (اینب کبریٰ صفحہ ۱۶۵ طبع النجف الاشرف) نے معتبر حوالہ جات سے آپؑ کی تاریخ وفات پندرہ رجب المرجب ۶۲ھ ثابت کی ہے۔ ہمیں بھی ان کی تحقیق سے اتفاق ہے۔

اسی طرح ان کے مدفن اور کیفیت وفات میں بھی شدید اختلاف ہے۔ مشہور شام ہی ہے مگر کئی ایک محققین کے نزدیک ان کا مدفن مدینہ میں ہے۔ اور متعدد اربابِ سیر و تواریخ کا رجحان مصر کی طرف ہے۔ یہاں اس اختلاف کی تنقیح و احقاق ماہو الحق کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ یہاں صرف اس قدر اشارہ کیا جاتا ہے کہ تاریخی شواہد و قرائن کی بنا پر ہمارا میلان و رجحان سب سے زیادہ مصر اور اس کے بعد مدینہ والے قول کی طرف ہے۔ اگر خداوند عالم توفیق عطا فرمائے تو ہر سہ مقامات مقدسہ پر اس محسنہ اسلام کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہیے۔ واللہ الموفق

اللھم صل علی محمد و الِ محمد

ائمہ معصومینؑ کی زندگی کے بارے میں یہ ایک عجیب وغریب تصور پایا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ حکومت اور اقتدار سے بیزار رہے ہیں اور تنہائی کی زندگی پسند فرماتے رہے ہیں، ان کے سامنے جب بھی اقتدار کا مسئلہ آیا تو انھوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہم اہل آخرت ہیں، ہمیں دنیا کی حکومت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارے لیے تسبیح وتہلیل پروردگار ہی بہت کافی ہے اور ہم اسی سے اپنی عاقبت وآخرت کا انتظام کرلیں گے۔

یہ تصور اس قدر عام ہوا کہ صاحبانِ علم وفضل نے بھی اس مقولہ کو دلیل شرف بنا لیا کہ ہمیں دنیا کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم اللہ والے ہیں، ہمارے لیے گوشہ نشینی اور عزلت گزینی ہی بڑی چیز ہے اور ہماری نجات کے لیے یہی زندگی کافی ہے۔

اربابِ اقتدار نے اس تصور کو اور بھی ہوا دی اور اس قدر عام کیا کہ اگر کسی صاحب علم وکمال نے اصلاحِ عالم کا ارادہ بھی کیا تو مخلص عوام نے یہ کہنا شروع کردیا کہ یہ آپ کی شان کے خلاف ہے۔ آپ کا کام محراب میں بیٹھ کر تسبیح وتہلیل الٰہی کرنا ہے۔ دنیا کا کام اہل دنیا سنبھال لیں گے۔ آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل دنیا کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا اور اسلامی مقدسات، خدائی احکا، شعائر اسلا، شریعت اسلامیہ سب کھیل تماشہ بن گئے اور جس میں جس قدر تحریف وترمیم کا امکان تھا، اس میں اسی قدر دخل اندازی کی گئی اور حقیقت کے چہرہ کو مسخ کردیا گیا کہ آج اسلام کی صحیح تصویر کو دین جدید تصور کیا جارہا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ائمہ معصومینؑ ہمیشہ حکومت اور اقتدار ہی کی فکر میں رہے اور انھوں نے تسبیح وتہلیل کو معاذ اللہ بیکاری کا مشغلہ قرار دے لیا تھا۔ ایسا تصور خود بھی ایک کفر کے مرادف ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ وہ حکومت واقتدار سے الگ بھی رہے اور اس سے علیحدگی کا اعلان بھی کرتے رہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ قیام حکومت کی فکر بھی کرتے رہے اور ان دونوں میں کوئی تضاد یا اختلاف بھی نہیں ہے۔

بات صرف یہ ہے کہ حکومت وسیاست میں دخل اندازی کے دو طریقے ہیں:

① سیاست استقلالی ② سیاست اتباعی۔

سیاست استقلالی کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کا نظام صاحبانِ ایمان کے ہاتھ میں ہو اور وہ جس طرح چاہیں اسلامی قوانین کی روشنی میں نظام حکومت کو چلائیں اور سارے معاملات ومقدمات کا خود فیصلہ کریں۔

سیاست اتباعی کے معنی یہ ہیں کہ اقتدار کسی اور کے ہاتھ میں رہے اور صاحبانِ ایمان جہاز حکومت میں شامل ہوجائیں اور حکومت کے اشاروں پر اسلام کو بھی چلاتے رہیں۔

اسلام جس سیاست کا شدید ترین مخالف ہے اور جسے مجبوری کے علاوہ کسی شکل میں بھی جائز قرار نہیں دیتا ہے وہ اتباعی سیاست ہے۔ جس کا مطلب ہی درحقیقت اسلامی احکام کی بربادی ہے او راس طریقہ کار کو اسلام اس قدر قبیح قرار دیتا ہے کہ اس کے نظام میں ایک مستقل باب ہے: ''اعانت ظلم'' اور ''ولایت جائر''...... جس کے سلسلہ میں اسلام نے ہر ایسے کام کو حرام قرار دے دیا ہے جس سے ظالمین کی مدد ہوتی ہو اور ان کے نظام حکومت کو تقویت حاصل ہوتی

ہو۔ اس نے اس کام کو صرف صاحبانِ ایمان کو مصائب سے بچانے کے لیے جائز قرار دیا ہے، ورنہ اسے بدترین تصور کیا ہے۔ امام موسیٰ بن جعفرؑ کے بجائے حاکم وقت کو حاکم تصور کرتا ہوں تو عالم ایمان سے خارج ہو جائیں گے اور یہ ان کے حق میں ممکن بھی نہ تھا۔ ابن یقطین ہارون کو کسی قابل بھی سمجھتے ہوتے تو عہدہ پانے کے وقت امامؑ سے مسئلہ دریافت نہ کرتے اور حکومت کی طرف سے ملنے والے انعامات کو امامؑ کی خدمت میں پیش نہ کرتے۔ یہ بات خود اس بات کی زندہ دلیل ہے کہ سیاست اتباعی کا جواز صرف صاحبانِ ایمان کی جان ومال وآبرو کے تحفظ کے لیے ہے۔ اس کا قوم میں حیثیت پیدا کرنے، عوام کا استحصال کرنے اور حکومتوں سے سہولتیں حاصل یا مفت کی گاڑی میں سوار ہونے کے لیے کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ کام حرام تھا، حرام ہے اور حرام رہے گا۔ ظالمین سے کسی طرح کا تعاون بھی جائز نہیں ہے۔

امام موسیٰ بن جعفرؑ نے اس تعاون پر اتنی دور سے پابندی لگائی تھی کہ چاہنے والوں کے ذہن میں تعاون کے جواز کا تصور بھی نہ ہونے پائے۔ علی بن یقطین نے ابراہیم جمال سے ملاقات نہ کی تو امامؑ نے ابن یقطین کی ملاقات سے بھی انکار کر دیا کہ مبادا ابن یقطین کو عہدہ کا غرور پیدا ہو جائے اور ''سیاست تحفظ'' ''سیاست اتباع'' میں تبدیل ہو جائے۔

صفوان جمال سے یہ فرمانا کہ ظالموں کو اونٹ کرایہ پر دینا بھی محل خطر ہے کہ اس طرح ظالم کی حیات کی تمنا پیدا ہوتی ہے کہ وہ سفر سے زندہ واپس آئے اور کرایہ وصول ہو جائے، بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امامؑ اپنے اصحاب کو ہر طرح کے امکانی تعاون سے بھی دور رکھنا چاہتے تھے۔ خود امام علی رضاؑ کا ولی عہدی سے مسلسل انکار کرنا اور پھر مشروط طریقہ سے قبول کرنا ایک دلیل ہے کہ ائمہ معصومینؑ سیاست اتباع کے شدید ترین مخالف تھے اور اسلام کے دائرہ میں سیاست استقلال کے علاوہ اور کسی سیاست کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دینا چاہتے تھے۔

اربابِ حکومت کی طرف سے عہدوں کی پیشکش سیاست نا کام، اسی لیے ائمہ معصومینؑ نے دونوں سے انکار کر دیا اور اس کے لیے بہترین عذر خدمت دین اور عبادتِ الٰہی جیسے مشاغل کو قرار دیا جو صحیح ترین عذر بھی تھا اور اس میں کسی طرح کے تقیہ اور توریہ کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس لیے کہ واضح طور سے انکار کر دینا اور اس کے لیے بہترین عذر خدمت دین اور عبادتِ الٰہی ہی کا مشغلہ تھا جس میں اپنی طرف سے حکومتوں کو مطمئن بھی کر دینا تھا کہ ہم سے کسی طرح کے انقلاب کا خطرہ نہیں ہے اور ایک طرح کی ہدایت بھی تھی کہ عبادتِ الٰہی کو ترک کر کے حکومت کرنا خلافِ اسلام ہے اور یہ حکومت عبادتِ الٰہی کے یقیناً منافی ہے، ورنہ حکومت کا واضح جواب ہوتا کہ آپ اہل آخرت ہیں تو آخرت اور حکومت میں کوئی تضاد نہیں ہے یا عبادت اور حکمرانی میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دونوں کام ایک ساتھ ہو سکتے ہیں لیکن حکومت کو معلوم تھا کہ ہمارے نظام میں اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جیسا کہ خود ائمہ معصومینؑ نے بھی مختلف مواقع پر واضح کر دیا تھا۔ چنانچہ جب منصور نے امام صادقؑ سے کہا کہ آپ ہمارے دربار میں کیوں نہیں آتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ نہ میرے پاس دنیا ہے کہ تیرا خوف پیدا ہو اور نہ تیرے پاس آخرت ہے کہ اس کی طمع کی جائے۔ اس نے پھر اصرار کیا کہ برائے نصیحت ہی آیا کیجیے، تو آپ نے فرمایا کہ جسے دنیا کی طلب ہوگی وہ تجھے نصیحت نہ کرے گا، اور جسے آخرت کی طلب ہوگی وہ تیرے ساتھ نہ رہے گا۔ ائمہ معصومینؑ کی حیات میں جس حکومت وسیاست سے کنارہ کشی کا ذکر ملتا ہے وہ اتباعی سیاست ہے، ورنہ استقلالی سیاست کے اسلام کے امکانی فرائض میں ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے امکان بھر حکومت اسلامی کے قیام کی کوشش کرے اور کم از کم سیاست ظلم اور نظام باطل کے خلاف آواز ہی بلند کرے، تاکہ حق اور باطل کا امتیاز قائم ہو جائے، اور عوام کو دھوکا نہ ہونے پائے۔ جیسا کہ ائمہ معصومینؑ کی حیات میں مسلسل نظر آتا ہے۔

امام موسیٰ بن جعفرؑ کی زندگی کے ساتھ ایک حادثہ یہ بھی رہا ہے کہ آپ کے جہاد پر حکومتوں نے اس شدت سے پردے ڈالے ہیں کہ اب وضاحت بھی مشکل ہوگئی ہے اور عوام الناس کے ذہن میں صرف یہی تصور رہ گیا ہے کہ "مولا پہ انتہائے اسیری گزر گئی" حالانکہ انتہائی مظلومیت کے بعد بھی امامؑ کی زندگی صرف ایسی نہیں تھی کہ آپ ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے ہیں، اور ۱۸۳ھ میں شہادت پائی ہے، مجموعی عمر ۵۵ سال ہے اور پچپن سال میں ہارون کی قید کا سلسلہ تقریباً چودہ سال رہا ہے تو باقی چالیس سال کی زندگانی تو قید میں نہیں رہی، اس کے تو یقیناً کچھ اعمال، اشغال، خدمات اور مجاہدات ہوں گے اور ان کا تذکرہ تو تاریخ میں ہونا چاہیے تھا لیکن یہ تذکرہ اس "طویل زندگانی" کے اعتبار سے انتہائی مختصر ہے۔ زندگانی کو طویل اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ امام جوادؑ تو صرف پچیس سال ہی زندہ رہے ہیں اور امام عسکریؑ صرف اٹھائیس سال زندہ رہے ہیں تو اس اعتبار سے پچپن سال کی عمر میں مظالم کے دور میں کچھ کم نہیں لیکن تذکرہ بہر حال بہت مختصر ہے لیکن اس کے باوجود اس مختصر تذکرہ کے درمیان بھی جہاد مسلسل کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔

آپ نے زندگی کے بیس سال پدر بزرگوار کے زیر سایہ گزارے ہیں۔ اس کے بعد ۳۵ سال آپ کا اپنا دور امامت رہا ہے۔ دور امامت سے مراد منصب امامت نہیں ہے کہ وہ امام اپنے ساتھ لے کر آتا ہے اور امامت سے مراد ہدایت امت کی مستقل ذمہ داری ہے دور ہے اور اس ۳۵ سال میں چار حکام بنی عباس گزرے ہیں۔ دس سال منصور دوانیقی کا دور رہا ہے، دس سال اس کے فرزند مہدی کا دور رہا ہے، ایک ڈیڑھ سال مہدی کے فرزند ہادی کا دور رہا ہے اور پھر تیرہ چودہ سال ہارون رشید کا دور رہا ہے۔ اور یہ چاروں حکام اپنے وقت کے انتہائی ظالم، جابر، دشمن اہل بیت اور جلاد مشہور تھے اور امام نے ان کے دور حکومت میں بھی بقدر امکان جہاد کیا ہے اور کسی وقت سیاست اتباع کو رائج نہیں ہونے دیا ہے۔

ان حکام وقت کا مختصر تعارف یہ ہے:

منصور: ایک ایک دانق (پیسہ) کے بخل کی وجہ سے دوانیقی کہا جاتا تھا۔ ایسا دشمن اہل بیت تھا کہ اس کے مرنے کے بعد جب اس کا خزانہ کھولا گیا تو اس میں صرف سادات اور محبانِ اہل بیت کے سروں کا ذخیرہ تھا اور سب پر شہیدوں کا نام اور ان کا شجرہ لکھا ہوا تھا۔ اس ظالم نے حسنی سادات کو دیواروں اور ستونوں میں زندہ چنوا دیا تھا۔ جس کا ایک مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک بچہ کو زندہ دیوار میں چنوایا تو اس نے فریاد کی اور معمار نے ہوا کے لیے ایک سوراخ چھوڑ دیا اور رات کو آ کر باہر نکال دیا۔ بچہ نے منت کی میری والدہ کو میرے گھر جا کر میری رہائی کی اطلاع کر دینا، ورنہ وہ بہت پریشان ہوں گی۔

مہدی: اس سے بھی بدتر حاکم تھا۔ ابتداء میں اس نے نرمی کا برتاؤ کیا لیکن اس کے بعد امامؑ کو بار بار مدینہ سے بغداد طلب کیا کہ قتل کر دیا جائے لیکن بفضل الٰہی کامیاب نہ ہوسکا۔ اسی نے امام کو فدک واپس کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس کے حدود تمام مملکت اسلامیہ کے حدود ہیں اور فدک خلافت کی ایک تعبیر ہے۔ اسلامی حکومت کے بغیر باغ کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ یہ باغ درحقیقت اسلامی حکومت کے استحکام کا ذریعہ ہے اور اس کے بغیر ہماری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ فدک صرف ایک باغ ہو یا جاگیر ہو، ہم سب کو اسلام کی راہ میں صرف کرنا چاہتے ہیں اور یہی ہمارے جد بزرگوار اور جدۂ ماجدہ کا مقصد تھا جس کے لیے انھوں نے قیام فرمایا تھا۔

ھادی: یہ باپ سے بھی بدتر تھا اور اس نے حکومت پاتے ہی قتل امامؑ کے منصوبہ کا اعلان کر دیا لیکن حضرت نے مُسکرا کر فرمایا کہ خود پہلے اپنی خیر منائے۔ اس کے بعد مجھے قتل کرے گا۔ چنانچہ منصوبہ کی تکمیل سے پہلے ہی واصل جہنم ہوگیا۔

ھارون: علمائے اسلام نے اس کے فضائل کے دفتر کھول دیے ہیں، حالانکہ یہ ایک انتہائی عیاش شخص تھا اور علماء کو اپنے

باقی صفحہ ۱۲ پر

☆ آہ! رفیقۂ حیات مولانا محمد ثقلین کاظمی مرحوم

ہم نے بڑے رنج والم کے ساتھ یہ خبر غم اثر سنی کہ خادم قوم وملت جناب مولانا محمد ثقلین کاظمی مرحوم آف اسلام آباد کی وفات کے بعد ایک سال کے اندر ہی ان کی رفیقۂ حیات اپنے شوہر نامدار سے جاملیں۔ کسی وقت مولانا کاظمی کا گھر بیت العُلماء ہوا کرتا تھا۔ کوئی عالم دین آرہا ہے کوئی جا رہا ہے، کوئی کھا رہا ہے اور کوئی پی رہا ہے۔ مرحومہ ہمہ وقت خدمت مہمانات گرامی میں مصرف رہتی تھیں۔ حالانکہ گھر میں کوئی ملازمہ نہ تھی۔ گھر کا سب کام کاج بنفسِ نفیس انجام دیتی تھیں۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مرحومہ کو جناب سیدۂ عالم سلام اللہ علیہا کے جوار پُرانوار میں بلند و بالا مقام عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل مرحمت فرمائے۔ بحق النبی وآلہ الطاہرینؑ۔

(شریک غم ادارہ)

☆ آہ! مولانا صادق حسین خان مگسی مرحوم!!

موت برحق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن موت موت میں فرق ہے۔ مرنے والے کی شخصیت کے مطابق اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا صادق حسین مگسی اپنی ذات میں ایک انجمن تھے وہ خطیب بھی تھے اور مصنّف بھی اور شاعر بھی۔ ان کی بعض تالیفات شائع ہو چکی ہیں اور بعض زیر طباعت ہیں۔ وہ بڑے تحقیق پسند اہل علم واہل ایمان تھے۔ محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے۔ اور اب کئی سال سے موضع سلام والا ضلع جھنگ میں اہل ایمان کی دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

ان کی موت سے ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے جسے قادر مُطلق ہی پُر کر سکتا ہے۔ دعا ہے کہ خالق کائنات ان کی مغفرت فرمائے اور سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے جوار پُرانوار میں ان کو مقام اعلیٰ علیّین عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازے۔ ع

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(شریک غم ادارہ)

☆ آہ! والدہ سید انصار حسین شاہ

ہم نے بڑے رنج وقلق کے ساتھ یہ خبر الم اثر سنی کہ جناب سید انصار حسین شاہ شیرازی آف مانگووال حال وارد سرگودھا کی والدہ طویل علالت کے بعد

باقی صفحہ ۱۸ پر

Registered No. (G) H.C/722

فضائل و مناقب حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

۱. اَشْقَى الْاٰخِرِيْنَ الَّذِيْ يَطْعَنُكَ يَا عَلِيُّ (الطبقات الکبریٰ ۳۵۳)
۲. اِنَّ عَلَى الصِّرَاطِ لَعَقَبَةً لَا يَجُوْزُهَا اَحَدٌ اِلَّا بِجَوَازٍ مِنْ عَلِيٍّ (تاریخ بغداد ۳۵۷)
۳. اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِيْ حَتّٰى تُرِيَنِيْ عَلِيًّا (اسد الغابہ ۴/۲۶ ابن عساکر)
۴. اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ (کنز العمال ۱۱/۶۰۰ و ۶۰۶)
۵. اِنَّ اَوَّلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا اِلَيْهَا عَلِيٌّ (ارجح المطالب ۶۶۱)
۶. اِنَّ اَوَّلَ مَنْ صَلّٰى مَعِيْ عَلِيٌّ (فرائد السمطین ۱/۲۴۵)
۷. اُوْصِيْ مَنْ اٰمَنَ بِيْ وَصَدَّقَنِيْ بِوِلَايَةِ عَلِيٍّ (مجمع الزوائد ۹/۱۰۸)
۸. اَوَّلُ ثُلْمَةٍ فِي الْاِسْلَامِ مُخَالَفَةُ عَلِيٍّ (ینابیع المودة ۲۵۷)
۹. اَوَّلُكُمْ وَارِدًا عَلَى الْحَوْضِ اَوَّلُكُمْ اِسْلَامًا عَلِيٌّ (المستدرک للحاکم ۳/۱۳۲)
۱۰. زَيِّنُوْا مَجَالِسَكُمْ بِذِكْرِ عَلِيٍّ (المناقب لابن المغازلی ۲۱۱)
۱۱. سُدُّوْا اَبْوَابَ الْمَسْجِدِ كُلَّهَا اِلَّا بَابَ عَلِيٍّ (فرائد السمطین ۱/۲۰۸)
۱۲. عُنْوَانُ صَحِيْفَةِ الْمُؤْمِنِ حُبُّ عَلِيٍّ (کنز العمال ۱۱/۲۰۱)
۱۳. لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ وَلَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ (التاریخ للطبری ۲/۵۱۷)
۱۴. يَا اَيُّهَا النَّاسُ اُوْصِيْكُمْ بِحُبِّ ذِيْ قَرْبِيْهَا اَخِيْ وَابْنِ عَمِّيْ عَلِيٍّ (ابن عساکر ۲/۲۰۷)
۱۵. لَا تَقْضِيْ دَيْنِيْ غَيْرِيْ اَوْ عَلِيٌّ (کنز العمال ۱۱/۶۱۲)
۱۶. لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ جَاءَ بِجَوَازٍ مِنْ عَلِيٍّ (المناقب لابن المغازلی ۱۱۹)
۱۷. لِكُلِّ نَبِيٍّ خَلِيْلٌ وَاِنَّ خَلِيْلِيْ وَاَخِيْ عَلِيٌّ (کنز العمال ۱۱/۶۳۴)
۱۸. اَعْلَمُ اُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ عَلِيٌّ (کنز العمال ۱۱/۶۱۴)
۱۹. لَا يُبَلِّغُ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ (تاریخ اصفہان لابی نعیم ۱/۲۵۳)
۲۰. لِكُلِّ نَبِيٍّ صَاحِبُ سِرٍّ وَصَاحِبُ سِرِّيْ عَلِيٌّ (ینابیع المودة ۲۳۵)
۲۱. مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى سَيِّدِ شَبَابِ الْعَرَبِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى عَلِيٍّ (المناقب لابن المغازلی ۳/۲۵۳)
۲۲. لِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِيٌّ وَوَارِثٌ وَاِنَّ وَصِيِّيْ وَوَارِثِيْ عَلِيٌّ ()
۲۳. مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَاِنَّ مَوْلَاهُ عَلِيٌّ (المستدرک للحاکم ۳/۱۳۲)
۲۴. يَفْتَخِرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اٰدَمُ بِابْنِهٖ شِيْثَ وَاَفْتَخِرُ اَنَا بِعَلِيٍّ (فرائد السمطین ۱/۲۳۲)
۲۵. اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ مُحَمَّدٍ مِنْ صُلْبِ عَلِيٍّ (المناقب لابن المغازلی ۴۹)
۲۶. عَلِيٌّ اَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (کنز العمال ۱۱/۶۰۲)
۲۷. عَلِيٌّ اَعْلَمُ النَّاسِ بِاللّٰهِ (کنز العمال ۱۱/۶۱۴)
۲۸. عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَيِّدُ الْمُسْلِمِيْنَ (کفایۃ الطالب ۱۶۸)
۲۹. عَلِيٌّ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِيْ وَصَدَّقَنِيْ (ابن عساکر ۱/۳۲)
۳۰. عَلِيٌّ بَابُ حِطَّةٍ مَنْ دَخَلَ مِنْهُ كَانَ مُؤْمِنًا (کنز العمال ۱۱/۶۰۳)
۳۱. عَلِيٌّ طَاعَتُهٗ طَاعَتِيْ وَمَعْصِيَتُهٗ مَعْصِيَتِيْ (فرائد السمطین ۱/۱۷۹)
۳۲. عَلِيٌّ رَايَةُ الْهُدٰى وَمَنَارُ الْاِيْمَانِ (تاریخ بغداد ۱/۹۹)
۳۳. عَلِيٌّ بَابُ عِلْمِيْ وَمُبَيِّنٌ لِاُمَّتِيْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ مِنْ بَعْدِيْ (کنز العمال ۱۱/۶۱۳)
۳۴. عَلِيٌّ قَسِيْمُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ (ینابیع المودة ۱۸۰)
۳۵. عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ (تاریخ المودة ۱۴/۳۲۱)
۳۶. عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِيٍّ (المستدرک للحاکم ۳/۱۲۴)
۳۷. عَلِيٌّ مِلْئٌ اِيْمَانًا اِلٰى مُشَاشِهٖ (کنوز الحقائق ۹۸)
۳۸. عَلِيٌّ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ رَاْسِيْ مِنْ بَدَنِيْ (تاریخ بغداد ۷/۱۲)
۳۹. عَلِيٌّ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى (کنز العمال ۱۱/۶۰۳)
۴۰. عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ (مسند احمد ۴/۱۶۴)
۴۱. عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ (ابن عساکر ۱/۳۷۹)
۴۲. عَلِيٌّ مَوْلٰى مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ (ابن عساکر ۲/۳۶۶)
۴۳. عَلِيٌّ يَقْضِيْ دَيْنِيْ وَيُنْجِزُ مَوْعِدِيْ (فرائد السمطین ۱/۲۰)
۴۴. عَلِيٌّ هُوَ نَفْسِيْ وَاَنَا نَفْسُهٗ (المناقب للخوارزمی ۹۰)
۴۵. عَلِيٌّ وَشِيْعَتُهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (ینابیع المودة ۱/۲۷۴)
۴۶. عَلِيٌّ اِمَامُ الْبَرَرَةِ وَقَاتِلُ الْفَجَرَةِ (کنز العمال ۱۱/۶۰۲)
۴۷. عَلِيٌّ خَيْرُ الْبَشَرِ فَمَنْ اَبٰى فَقَدْ كَفَرَ (کنز العمال ۵)
۴۸. عَلِيٌّ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهٖ وَاَنَا الشَّاهِدُ مِنْهُ (کفایۃ الطالب ۲۳۵)
۴۹. عَلِيٌّ يَزْهَرُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ كَكَوْكَبِ الصُّبْحِ لِاَهْلِ الدُّنْيَا (کنز العمال ۱۱/۶۰۴)
۵۰. عَلِيٌّ يَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ (ابن عساکر ۲/۲۶۰)

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

بشکریہ: ذوالفقار علی بیگ 0300-6633160
الخطاط کمپیوٹرز 0307-6719282